قال الله تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت مقصود الست بر فضیلت تعلیم تدریجی بر عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی * ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل است بر جملہ

مقاصد مبادی * پس اتباعاً للنص المزبور * صحیفہ شہریہ کہ مندرج است بتدریج شہور

مسمّیٰ بہ

الہادی

جلد ۴	بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۶ھ	نمبر ۶

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر است در ہر محافل و ندوی

و مسکن است برائے ہر جائع و صادی * بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد است از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی * باداره محمد عثمان حامی * در ہر دو اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ در دریبہ کلاں دہلی بزر نقد فروخت میگردد

ے ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اقض بیننا بکتاب الله وقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ "الہادی" بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۶ سنہ ہجری

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مد ظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ "الہادی" اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ بمعہ التکمیل تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (للعہ)

(۴) سوائے ان صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائے گا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی۔ پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی پہنچیگا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں کے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتداء سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم و سوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصول ڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ "الہادی" دہلی

اور ابن خزیمہ نے ان لفظوں سے روایت کیا آفتاب جمعہ سے بہتر (دن) نہ نکلا نہ غروب ہوا خدا (کا یہ عظیم الشان فضل ہے کہ اس) نے ہم کو اس روز کی ہدایت فرمائی (چنانچہ ہم نے بخوشی اسکو قبول کیا) اور دوسری تمام اُمتیں اس (کی عظمت) کو نہ سمجھ سکیں (چنانچہ انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا) لہذا وہ ہم سے (اس شرف میں) پیچھے رہ گئے اور یہ ہمیں ملگیا اب یہود نے (اپنے لئے ہفتہ اختیار کر لیا اور نصاری نے اتوار تجویز کیا (اسکی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ) اس دن میں ایک (ایسی بابرکت) ساعت (مقرر فرمائی) ہے کہ جو کوئی مسلمان آدمی نماز جمعہ (کو اسکے تمامتر حقوق و آداب کی رعایت کے ساتھ) پڑھ کے اس ساعت کو پالے تو جو کچھ بھی خدا سے مانگے گا اللہ تعالے اسکو ضرور عطا فرمائینگے۔ اسکے بعد بقیہ حدیث بیان کی۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تمام ایام میں افضل یوم جمعہ ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اس میں انکی وفات ہوئی اور اس روز صور پھونکا جائے گا اور اسی میں لوگ اس سے بیہوش (ہوکر فنا) ہو جائینگے (یعنی قیامت آجائے گی)

ف ا اجسام انبیا علیہم السلام زمین کے اندر بطریق امانت بالکل محفوظ رہتے ہیں وہ اپنی قبروں میں پہلے کی طرح زندہ ہین چنانچہ توریث و نکاح زوجات وغیرہ میں انکے احکام دوسرے اموات کے مانند نہیں بلکہ اس بارہ میں وہ جی سمجھے جاتے ہیں۔ جمعہ کی عظیم الشان خصوصیت اور برکت ایک یہ بھی ہے کہ ہفتہ کے ۶ دنون میں ہمارے درود آپ پر بواسطہ ملائکہ پیش ہوتے ہیں اور جمعہ و شب جمعہ میں بلا واسطہ حضور کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اسی وجہ سے جمعہ اور شب جمعہ مین درود شریف پڑھنے کی ترغیب کثرت سے وارد اور متواتر ہے

ف ۲ نیز ہو سکتا ہے کہ صعقہ سے مراد فنائے عالم اور وقوع قیامت لیلیا جائے اور نفخہ سے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے صور پھونکنا مراد لیا جائے جیسا کہ دوسری حدیث موید ہے گویا حشر و نشر دونوں اسی روز میں ہونگے مگر اس صورت میں تقدیم تاخیر عبارت میں ہو جائیگی لہذا اس روز کثرت سے مجھپر درود پڑھا کرو کیونکہ اس روز تمہارا درود مجھپر (بلا واسطہ) پیش ہوگا۔ صحابہ نے (بطریق استعجاب) عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے پاس ہمارے درود

پیش ہونگے ؟ حالانکہ جناب کی عظام مبارک بھی بوسیدہ ہو جائینگی ؟ حضور نے ارشاد فرمایا اللہ پاک نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے (لہذا وہ اُنکے پاس امانت ہیں) انکو کبھی نہیں کھا سکتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (آج تک) جمعہ سے افضل دن پر آفتاب نہ نکلا اور نہ غروب ہوا اور (چونکہ اس روز قیامت آنیوالی ہے لہذا) بجز جنات اور انسانوں کے اور کوئی ذی رُوح ایسا نہیں کہ جو جمعہ کے روز سے خائف نہ ہو۔ اسکو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا اور ابوداؤد وغیرہ نے اس سے زائد الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور اسکے آخر کے الفاظ یہ ہیں کہ بجز جنات اور انسانوں کے تمام ذی رُوح جمعہ کے روز فجر کے وقت سے طلوع آفتاب تک خوف قیامت سے گوش بر آواز اور منتظر قیامت رہتے ہیں۔

حضرت ابوموسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے روز) تمام ایام تو اپنی حالت پر اٹھائے جائینگے۔ لیکن جمعہ ایک روشن اور پر نور صورت مین اٹھایا جائے گا جمعہ (پڑھنے) والے اسکو اس طرح گھیرے ہوئے ہونگے جس طرح نئی دلہن کو مسہری میں بٹھانے کے لئے لے جاتے ہیں وہ اسقدر ضیاپاش ہوگا کہ اہل جمعہ اسکی روشنی میں چلیں گے۔ انکے رنگ (اسکی چمک دمک سے) برف کی مانند شفاف ہونگے انکی خوشبو (اسکے قرب کی وجہ سے) مشک کی مانند (اسطرح مہکتی) ہوگی کہ (گویا) یہ کافور کے پہاڑوں سے گذر رہے ہیں۔ ثقلین جن و انس انکی طرف فرط تعجب سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہونگے۔ حتی کہ اس حالت میں جنت کے اندر چلے جائینگے۔ ان لوگوں کے ہمراہ بجز (پابند و بیندار) موذنوں کے اور کوئی نہیں جا سکے گا۔ اسکو طبرانی نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور ابن خزیمہ نے کہا کہ اگر یہ حدیث بحیثیت سند کے ثابت ہوگی تب بھی قلب میں تذبذب ہے حافظ فرماتے ہین کہ سند تو اسکی حسن ہے مگر باین متن حدیث ضرور غریب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز اللہ تبارک و تعالےٰ

کسی مسلمان (نمازی) کو مغفرت سے محروم نہیں کرتے۔

ف مسلمان اگرچہ کسیقدر گنہگار ہو جمعہ کے روز اگر جمعہ کی نماز بھی پڑھے گا۔ تو اللہ تعالےٰ اسکے گناہ کم از کم صغائر تو ضرور معاف فرما دینگے اور پھر امید ہے کہ اسپر پابندی کرنے کے بعد کبائر سے توبہ کرنے کی بھی توفیق میسر آجائے گی۔ اِس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا میرے خیال میں سند حسن ہے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے پہلی امتوں کو یوم جمعہ (کی عظمت و فضیلت) سے بے خبر رکھا اور ہم کو اسکی ہدایت فرمائی چنانچہ یہود کے لئے ہفتہ (یوم عبادت) ہے اور نصاریٰ کے لئے اتوار لہٰذا اب وہ ہم سے قیامت تک پیچھے رہینگے (کیونکہ انھوں نے بطریق خود رائی کے اس مبارک دن کو چھوڑا اور اس فضیلت سے محروم رہے اور چونکہ قیامت جمعہ کے روز قائم ہوگی جو کہ ہمارا یوم عبادت ہے لہٰذا) ہم (اگرچہ) دنیا کی سب سے آخری قوم ہیں (مگر) قیامت کے روز سب سے آگے ہونگے اور تمام اقوام سے قبل ہمارا ہی حساب و کتاب ہوگا۔ اس حدیث کو ابن ماجہ اور بزاز نے برجال صحیح روایت کیا مگر روایت بزار کے آخری الفاظ یہ ہیں ہم دنیا کی سب سے پچھلی قیامت کے روز سب سے اول ہونگے اور سب سے پہلے پروردگار کی مغفرت سے بہرہ مند ہونگے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے (انگلی کے پورے سے اشارہ کرکے) فرمایا کہ اس (مبارک) دن میں ایک (ذراسی) ساعت ہے (مگر اسکی صفت یہ ہے) کہ جو کوئی خدا کا بندہ مسلمان نماز جمعہ پڑھ کے اسکو (قسمت سے) پالے تو جو کچھ بھی اسوقت خدا سے مانگے اللہ پاک اسکو ضرور عطا فرمائینگے۔ اسکو بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا۔

جمعہ کی ساعت اجابت (قبولیت دُعا) کا بیان

اس ساعت کی تعیین کے بارے میں کثرت سے صحیح احادیث وارد ہیں اور اسوجہ سے

علماء میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر پوری تفصیل کے ساتھ اسکے متعلق کلام کیا ہے اجمالاً یہاں بھی کچھ حدیث نقل کرتا ہوں جن سے بعض صحیح اقوال کی کافی طور پر تائید ہوتی ہے اور ثبوت ملتا ہے۔

حضرت ابی بردۃ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے والد کو ساعت جمعہ کے بارے میں کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے سُنا ہے میں نے کہا کہ ہاں وہ بیان فرماتے تھے کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ وہ (قبولیت دعا کی) ساعت امام کے منبر پر آنے اور نماز ختم ہونے کے درمیان میں ہے اسکو مسلم ابو داؤد نے روایت کیا۔

بعض حضرات اہل علم نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ یہ ساعت خطبہ اور نماز کے اثنا میں ہے۔

۱۲ حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں بندہ جو کچھ بھی خدا سے مانگتا ہے اللہ پاک اسکو ضرور عنایت فرماتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا حضور وہ کونسی ساعت ہے آپ نے فرمایا نماز کے شروع ہونے سے لیکر فارغ ہونے تک۔ اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا۔ حافظ فرماتے ہیں کہ کثیر بن عبداللہ حالانکہ بہت ضعیف ہیں مگر پھر بھی ترمذی نے انکی روایت کی متعدد جگہ تحسین کی ہے اور باب الصلح میں ایک حدیث کی تصحیح بھی کی ہے اسیوجہ سے حفاظ نے ترمذی کی اس تحسین و تصحیح پر تنقید کی ہے اور اچھا نہیں سمجھا۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے میں نے عرض کیا حضور! ہم اللہ کی کتاب (توراۃ) میں (لکھا ہوا) پاتے ہیں کہ جمعہ کے روز ایک ایسی (مبارک) ساعت (آتی) ہے کہ جو کوئی اللہ کا بندہ اسکو (قسمت سے) نماز پڑھتے ہوئے پالے تو جو کچھ بھی خدا سے مانگیگا اللہ پاک اسکو ضرور عطا فرمائینگے۔

حضور نے میری طرف (ہاتھ کے پوروے سے) اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا وہ (اتنا) ذرا سا وقت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! حضور سچ فرماتے ہیں وہ اتنا ہی ذرا سا وقت ہے پھر میں نے عرض کیا حضور وہ کونسا وقت ہے آپ نے فرمایا دن کی آخری گھڑیاں میں نے عرض کیا حضور وہ تو نماز کا وقت نہیں (اور وہ ساعت تو نماز کے وقت ہے) آپ نے فرمایا واہ جب آدمی ایک نماز پڑھ کے صرف دوسری نماز کے لئے مسجد میں بیٹھا رہے تو وہ نماز ہی میں سمجھا جاتا ہے (لہذا اگر نمازی نماز عصر کے وقت سے مغرب تک بیٹھا ہوا دعا کرتا رہے تو ضرور یہ مبارک ساعت میسر آجائے گی) اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا سند اسکی علی شرط الصحیح ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ اسی روز تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے خمیر کا پتلہ بنایا گیا اور اسی دن (صور پھونکا جائے گا اور) تمام دنیا ہلاک ہوگی اور پھر اسی دن (دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو) سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اور اس دن کی تین آخری گھڑیوں میں وہ (بابرکت) ساعت ہے کہ اس میں جو شخص جو کچھ بھی اللہ پاک سے دعا کرتا ہے ضرور قبول فرماتے ہیں (لہذا ان اہم ترین امور کا اجتماع چونکہ اسی روز ہوا ہے اسوجہ سے اسکا نام جمعہ تجویز کیا گیا) اس حدیث کو امام احمد نے بطریق علی بن طلحہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن علی بن طلحہ کو حضرت ابو ہریرہ سے سماع ثابت نہیں مگر مگر رجال سند صحیح میں معتبر ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے روز بارہ گھڑیاں ایسی (مستجاب الدعوات) ہوتی ہیں کہ جو کوئی مسلمان بندہ (قسمت سے) انکو پالے تو جو کچھ بھی خدا سے اس میں مانگے گا اللہ پاک وہی عطا فرمائینگے۔ آپ نے فرمایا ان گھڑیوں کو عصر کے آخری وقت میں تلاش کرو۔ اسکو ابو داؤد نسائی نے روایت کیا۔ یہ الفاظ نسائی کے ہیں نیز حاکم نے روایت کیا اور علی شرط المسلم کہا ہے نیز مثل حاکم ترمذی نے بھی تصحیح کی۔

صحابہ ودیگر علمائے امت میں سے بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ امید افزا ساعت

۱۲

عصر کے بعد غروب شمس سے قبل ہے چنانچہ یہی رائے امام احمد اور اسحق کی ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ (قبولیت دعا کی) ساعت بعد نماز عصر ہے گو یہ بھی ممکن ہے کہ زوال کے بعد ہو (جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے) چنانچہ اسکے بعد عمرو بن عوف والی پہلی حدیث (بطریق تائید) نقل کی ہے۔

حافظ ابو بکر بن منذر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اس ساعت قبولیت کی تعیین کے بارے میں علمائے امت اور صحابہ کا اختلاف ہے (منجملہ دیگر اقوال کثیرہ کے آٹھ صحیح تر قول اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں) (۱) صبح صادق کے بعد سے آفتاب طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک یہ حضرت ابو ہریرہ سے ہم نے روایت کیا ہے (۲) حضرت حسن بصری اور ابو العالیۃ کی رائے ہے کہ یہ ساعت زوال کے وقت ہے (۳) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ یہ اسوقت ہے جب موذن جمعہ کی نماز کے لئے (دوسری) اذان دیتا ہے (۴) حضرت حسن بصری ہی سے ہم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز سے فارغ ہونے تک ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ وقت ہے جسکو اللہ پاک نے نماز (جمعہ) کے لئے پسند فرمایا ہے (۶) ابو السور فرماتے ہیں کہ لوگ زوال آفتاب اور نماز کے درمیان میں دعا کو مقبول سمجھا کرتے تھے (۷) ہم نے حضرت ابو ذر سے روایت کیا ہے کہ یہ ساعت آفتاب کے ایک بالشت ڈھل جانے کے بعد سے لیکر بقدر ایک ذراع ڈھل جانے کے درمیان میں ہے (۸) یہ ساعت نماز عصر اور غروب آفتاب کے درمیان میں ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرۃ اور عبد اللہ بن سلام اور طاؤس کی رائے ہے واللہ اعلم۔

ف احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت بہت تھوڑا ہے حتیٰ کہ حضور نے اسکی کمی کو انگلی کے پوروے سے اشارہ کر کے بیان فرمایا ہے نیز اس کی تعبیر ساعت کے ساتھ جسکے معنے گھڑی کے ہیں خود اسکی قلت کی شاہد ہے اسکی تعیین کے بارے میں احادیث مختلف وارد ہیں اس وجہ سے صحابہ و دیگر علمائے امت کے اقوال بھی اس کی تعیین کے بارے میں مختلف ہیں جنکی تعداد اڑتالیس تک پہونچتی ہے چنانچہ ان میں سے آٹھ تو حافظ منذری نے بیان کئے۔ لیکن حقیقت میں اکثر اقوال اُنہی دونوں کے قریب

۱۴

آجاتے ہیں جو فی الواقع مختلف ہیں اور ان میں سے ایک کو حنفیہ نے لیا ہے اور دوسری کو شوافع نے (۱) عصر و مغرب کے درمیان۔ اسکے لئے اکثر احادیث شاہد ہیں۔ چنانچہ امام احمد کی تصریح اسکے متعلق گذر چکی یہی اسحٰق کا مذہب ہے اور یہی حنفیہ اور حنابلہ کا مختار ہے (۲) خطبہ اور نماز کے درمیان میں یہ مختار شوافع ہے۔ بعض محققین کی رائے ہے کہ دونوں وقتوں میں یہ ساعت ہے۔ چنانچہ ابن قیم اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی یہی رائے ہے گویا ان حضرات نے تطبیق احادیث کو ملحوظ رکھا ہے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ پاک نے رمضان شریف میں لیلۃ القدر کو مخفی رکھا ہے اسیطرح جمعہ کے دن میں ساعت اجابت کو بھی پوشیدہ رکھا تاکہ راغبین کا اکثر وقت اسکی تلاش کی وجہ سے عبادت میں گذرے اور جمعہ کا تمام دن عبادت میں صرف ہو واللہ اعلم۔

جمعہ کے روز غسل کرنیکی ترغیب

غسل جمعہ کی فضیلت کے متعلق اس سے پہلے باب میں نبیشہ ہذلی سلمان فارسی اوس بن اوس عبداللہ بن عمرو وغیرہ کی احادیث گذر چکی ہیں نیز ابی بکر اور عمران بن حصین کی حدیثیں بھی پہلے آچکی ہیں کہ جن میں وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے گا اسکے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا الے آخر الحدیث (یہ حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے ترجمہ نہیں کی گئی)۔ ۱۵

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جمعہ کے روز کا غسل خطاؤں کو بالوں کی جڑوں سے کھینچ لاتا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا۔ رواۃ اسکے ثقات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کے روز غسل کر رہا تھا کہ اتنے میں میرے والد ابو قتادہ تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ یہ تم جنابت (ضرورت) کی وجہ سے غسل کر رہے ہو یا جمعہ کے لئے میں نے عرض کیا ضرورت کی وجہ سے فرمایا تو دوبارہ غسل کرنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ایک جمعہ کو غسل

کرنیسے دوسری جمعہ تک انسان پاک صاف رہتا ہے۔
اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اسناد انکی قریب حسن ہے نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اسکو سوائے ہارون یعنے ابن مسلم صاحب حنا کے اور کسی نے روایت نہیں کیا۔ مگر حاکم نے بلفظ طبرانی روایت کیا۔ اور علی شرط الشیخین تصحیح کی نیز ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسکو اسطرح روایت کیا کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کر لیتا ہے وہ آیندہ جمعہ تک طاہر رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے روز غسل کیا اور سر دہویا پھر جو عمدہ ترین خوشبو میسر تھی وہ لگائی اور جو اچھے کپڑے پاس تھے وہ پہنے اور مسجد میں نماز جمعہ کے لئے گیا اور (جہان جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا) نمازیون کو انکی جگہ سے نہ ہٹایا (خاموشی کے ساتھ) خطبہ سُنا (نماز پڑہی) تو اسکے اس جمعہ سے لیکر آئندہ جمعہ تک (۷ یوم) اور تین دن اور زائد (کل دس یوم) کے گناہ معاف ہوجائینگے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

۱۶

حافظ فرماتے ہین کہ یہ حدیث موید ہے مکحول اور انکے ہم خیال حضرات کے لئے جو گذشتہ حدیث مین غَسَّل و اغْتَسَل کے معنے سر دہونے اور غسل کرنے کے تبلانے میں (کہ اس میں ہر دو امور کی علیحدہ علیحدہ تصریح موجود ہے)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جمعہ کے روز غسل اور مسواک کرنا ہر بالغ اور مسلمان مرد پر واجب ہے اور جسقدر میسر ہو خوشبو بھی لگانی چاہیئے اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ (جمعہ کا) دن اللہ پاک نے مسلمانون کے لئے عید بنایا ہے۔ لہذا جو شخص جمعہ کے لئے آئے غسل کر کے آئے اور اگر خوشبو پاس ہو تو وہ بھی لگائے۔ اور مسواک کرنے کو بھی ضروری سمجھو۔ اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا آئندہ ابواب میں اور ایسی احادیث بھی آتی ہیں جو اس باب کے لئے مفید ہیں اور موید ہیں۔

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا تیسرا وعظ

مسمے بہ

مسجد کے آداب

منتخب از آداب المساجد وعظ اول دعوات عبدیت

حصہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد.. فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال اللہ تعالےٰ (آیت) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ط اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (ترجمہ) اور کون شخص زیادہ ظالم ہوگا اُس شخص سے جو کہ اللہ کی مسجدوں میں خدا کا نام لینے سے منع کرتا ہے اور اُنکے اُجاڑنے میں کوشش کرتا ہے۔ ان لوگوں کو تو یہ حق نہ تھا کہ مسجدوں میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دُنیا میں رسوائی ہے اور ان کیلئے آخرت میں بڑا بھاری عذاب ہے۔

اسکے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) گو اسمیں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس[1] واقعہ میں نازل ہوئی ہے مگر اتنی بات میں

[1] جس واقعہ میں آیت نازل ہوئی ہو وہ واقعہ اس آیت کا شان نزول کہلاتا ہے ۱۲

اتفاق ہے کہ آیت عام ہے چاہے مسجد کا اجاڑنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلمان دونوں کی سزا یہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی اور آخیر کا مضمون دلیل ہے ایسے شخص کے زیادہ ظالم ہونیکی تو حاصل مطلب اس آیت کا یہ ہوا کہ اُن کو تو یہ چاہئیے تھا کہ خود بھی جب مسجدون میں داخل ہوتے تو ڈرتے ہوئے داخل ہوتے نہ یہ کہ اور دوسرے آنے والون کو بھی جو خالص دل سے اللہ کا نام لینے والے ہیں روکیں کیونکہ یہ کام تو بیخوف ہونے کی اور بھی زیادہ علامت ہے اسلئے ایسا شخص بہت زیادہ ظالم ہوگا۔

(۲) حاصل یہ کہ آیت لفظ کے اعتبار سے تو کفار ہی کے ساتھ خاص ہے مسلمانون کو شامل نہیں ہے کیونکہ جو منع کرنا خدا کے نام لینے سے یہان مراد ہے ایسا منع کرنا خاص ہے کفار کے ساتھ مگر مسلمانوں کو یہ مذمت اور برائی دوسری طرح سے شامل ہے وہ یہ کہ منع کرنے کے بعد مسجدون کو اُجاڑنے کا حکم فرمایا جس سے یہ تبلانا مقصود ہے کہ مسجدون میں اللہ کا نام لینے سے منع کرنا اس وجہ سے بڑا ہے کہ اس سے مسجدیں اُجاڑ ہوتی ہیں کیونکہ مسجدوں کی آبادی نماز اور اللہ کا نام لینے سے ہے پس مسجد میں ایسے کام کرنا جن سے اللہ کا نام لینے میں خلل آئے مسجد کو اُجاڑ دینا ہے پس اگر مسلمان سے مسجد میں کوئی کام نماز اور اللہ کے ذکر کے خلاف ہوگا تو وہ بھی ملامت کے لائق ہوگا اور ظاہر ہے کہ مسجد میں بلاضرورت دنیا کی باتیں کرنا نماز اور اللہ کے ذکر سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اس لئے بلاشبہ گناہ اور ظلم ہے۔

(۳) بعضے آدمی خدا کے نام اور قرآن شریف کی تلاوت پر دنیا کا سامان عوض میں لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا نام ایسا قیمتی ہے کہ دونوں عالم بھی اسکی قیمت نہیں ہو سکتے۔ اسیطرح رمضان مین کلام مجید ختم کرنے کے عوض حافظوں کو دینا منع ہے اور قبرون پر اُجرت دیکر پڑھوانا بھی ناجائز ہے ایسے ہی مردہ کے سوم مین بھی اُجرت پر پڑھوانا درست نہیں اور اللہ والوں کے نزدیک تو اللہ کے نام اور انکی رضامندی کے مقابلہ میں دنیا کی قدر تو کیا ہوتی جنتون کی نعمتون کی بھی اتنی قدر نہیں انکے نزدیک اللہ کا نام اور خدا تعالےٰ کی رضامندی جنتوں کی نعمتوں سے بھی بڑھکر ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ ترجمہ اور خدا تعالےٰ کی رضامندی سب سے بڑھکر ہے یہ آیت اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور دین کو دنیا کے عوض بیچنے کے شبہ سے بعض بزرگوں نے اسقدر

احتیاط کی ہے کہ بازار میں نہیں جاتے تھے کہ شاید ان کو دیندار سمجھکر انکی دینداری کی وجہ سے کوئی دوکاندار داموں میں کمی کرے تو وہ بھی ایک قسم کا دین کا عوض ہو جائے گا۔ پس بازار میں نہ جانا دو وجہ سے ہوتا ہے ایک غرور کی وجہ سے دوسرا اسوجہ سے کہ لوگوں پر ہمارا دباؤ پڑے گا اور دب کر ہم کو سودا سستا دینگے جس سے انکا نقصان ہوگا سو یہ نہایت اچھی اور ضروری بات ہے اس میں دین بیچنے کے شبہ سے بھی پرہیز ہے اور اُسکے علاوہ مخلوق کو بھی نقصان سے بچانا ہے پس اپنی عزت مرتبہ کے دباؤ سے فائدہ اٹھانا ایک قسم کی رشوت ہے اسلیئے حاکم کو ہدیہ لینے کی اجازت نہیں۔ لیکن اسپر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکم تھے اور پھر بھی ہدیہ قبول فرماتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو ہدیہ دیا جاتا تھا وہ صرف محبت کی وجہ سے ہوتا تھا نہ حاکم ہونے کی وجہ سے۔ اور آجکل ہدیہ نہیں رشوت ہے۔

(۴) بعض نے اس آیت یعنے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ (یعنے مشرکین اس لائق نہیں کہ وہ مسجدوں کو آباد کریں) سے مسجدوں کو بنانے کا مسئلہ مراد لیا ہے اور اس سے مسجد میں کافر کا روپیہ لگانا ناجائز ثابت کیا ہے مگر میرے نزدیک وہ جُدا مسئلہ ہے اسکی دلیلیں ہیں۔ اس آیت سے تو مراد یہ ہے کہ مشرکین مسجدیں آباد کرنیکے اہل نہیں اور اسکا کچھ ذکر نہیں کہ ان کا روپیہ مسجد میں لگانا ناجائز ہے ورنہ اگر اس آیت کی یہ مراد ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی قریش کی بنائی ہوئی عمارت کو باقی نہ رکھتے کیونکہ قریش نے پورا خرچ نہ ہونے کی وجہ سے کعبہ شریف کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی عمارت سے گھٹا دیا تھا اور حطیم[۵] جو کعبہ کے اندر داخل تھا باہر کر دیا تھا اور دروازہ صرف ایک رکھا تھا۔ اور وہ بھی اونچا پھر جب خلفاء راشدین (یعنے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ) کا زمانہ ختم ہوا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو سُنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی عمارت کے طرز پر ہٹ کر بنوایا پھر عبد الملک

۵ کعبہ شریف کے پیچھے کچھ جگہ چھوٹی ہوئی ہے اسکا نام حطیم ہے ۱۲

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ... (handwritten margin note) ۳

کی خلافت میں اسکے ماتحت حاکم حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر کے قتل کرنے کے بعد
انکی بنائی ہوئی عمارت کو توڑوا کر وہی قریش کی سی عمارت بنوائی اسکے بعد خلیفہ ہارون رشید نے
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمارت کے طرز پر بنانے کی نسبت امام مالک سے رائے لی
انھون نے منع فرمایا اور اسی حالت پر باقی رکھنے کی رائے دی اس خیال سے کہ کہیں ایسا
نہ ہو کہ آیندہ تمام بادشاہ کعبہ پر اسیطرح مشق کیا کریں۔ اور پہلے بادشاہون کی دیکھا دیکھی
پہلی عمارت کو توڑوا کر نئے سرے سے بنوایا کریں چنانچہ جب سے اتبک اسی بنا پر ہے اور گو
عبداللہ بن زبیر کی بنائی ہوئی عمارت کا باقی نہ رہنا ظاہر میں کسیقدر افسوس کے قابل ہو
کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بنائی ہوئی عمارت کے طرز پر تھا۔ لیکن قریش کی عمارت
کے طرز باقی رہنے میں معلوم نہیں خدا تعالےٰ کی کتنی مصلحتیں ہونگی مگر ایک بڑی مصلحت اور
کھلی حکمت جسکو گنوار سے گنوار بھی سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کعبہ عبداللہ بن زبیر کی عمارت
پر رہتا گو دروازے بھی زمین کے برابر دو ہی ہوتے مگر پھر بھی قفل کنجیان تو خدام ہی کے ہاتھ
میں رہتیں اور ہر کسیکو کعبہ کے اندر جانا نصیب نہ ہوتا مگر اس موجودہ صورت میں حطیم کہ
اصل میں کعبہ کے اندر داخل تھا باہر ہے اگر کوئی شخص خدام کے منع کرنے کی وجہ سے کعبہ
کے اندر نہ جاسکے تو بلا روک ٹوک حطیم میں جاسکتا ہے اور کعبہ کے اندر جانے کی برکت
حاصل کرسکتا ہے۔ یہان پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کفار مکہ نے باوجود کافر
ہونے کے کعبہ کی عمارت میں صرف حلال مال خرچ کیا تہا اسیوجہ سے خرچ کم ہوگیا۔ اور
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمارت کو پورا نہ کرسکے غرض ما کان للمشرکین کا حاصل یہ
ہے کہ مشرکین میں لیاقت مسجد کے آباد کرنے کی نہیں کیونکہ جس چیز سے اسکی آبادی ہے۔

وہ ان میں نہیں ہے اور وہ چیز خدا کا ذکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے انما یعمر
مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ الایۃ یعنی
ہاں مسجدون کا آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں
اور نماز کی پابندی اور زکوٰۃ دیں۔ اس آیت میں مقصود اصلی نماز کا بیان ہے جسکے لئے مسجد
بنائی گئی اور ایمان کا ذکر اسلئے کیا کہ بغیر ایمان کے نماز صحیح نہیں ہوتی۔

(باقی آیندہ)

(ا) مثل دیگر دعاوی کے اسمیں بھی محض تخمین کی حکومت سے کام لیا ہے یعنی یہ خیال کیا ہے کہ یہ سب مکنونات موجودہ اگر محض معدوم تھیں تو عدم محض سے وجود ہوجانا سمجھ میں نہیں آتا لیکن خوب غور کرنا چاہیئے کہ کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا کیا اس کے باطل ہونے کی دلیل بن سکتی ہے سمجھ میں تو یہ بھی نہیں آتا کہ ایک ایسی موجودہ چیز

(ح) اور جب یہ کہا جاوے کہ موجود ہے تو اسکے معنی یہی ہونگے کہ بالفعل موجود ہوگیا اور یہ کس طرح ہوسکتا ہے بلا اسکے کہ اسنے کوئی صورت پہن لی ہو۔ بلفظ دیگر وجود بالقوہ کے وقت مادہ کو قابلیت وجود کی حاصل ہوتی ہے نہ کہ وجود دجو لوگ یون کہتے ہیں کہ عدم محض سے کسی چیز کا وجود میں آنا یا وجود کے بعد معدوم محض ہوجانا عقل کے خلاف ہے کیونکہ ایسا دیکھا نہیں جاتا وہ ذرا غور تو کریں کہ کیا یہ بات عقل کے خلاف نہیں کہ مادہ موجود ہو اور کوئی بھی صورت اُسمیں نہ ہو) یہ لوگ ہر بات میں نظیر مانگا کرتے ہیں ذرا اسکی تو کوئی نظیر دکھا دیں کہ ایک چیز موجود تو ہو مگر کوئی صورت نہ ہو) غرض یہ توجیہ ایسی مہمل ہے جس سے انکا مدعا تو کیا ثابت ہوتا اس کا بطلان ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس سے اجتماع ضدین لازم آتا ہے کیونکہ درحقیقت صورت سے خالی ہونا مادہ کا محال ہے کیونکہ وجود بالفعل کے معنی ہی یہ ہین کہ مادہ کو صورت حاصل ہوا ور جب مادہ کو صورت سے خالی مانا اور یہ بھی کہا کہ مادہ موجود ہے تو یہی تو معنی ہوئے کہ مادہ موجود بالفعل ہے بھی اور نہیں بھی ہے وجود و عدم کا جمع ہوجانا اجتماع نقیضین نہیں تو کیا ہے۔ یہ کیسی فاش غلطی ہے جب وجود و عدم دونوں جمع نہیں ہوسکتے اور مادہ کو صورت سے خالی ماننے میں انکا جمع ہونا لازم آتا ہے تو اسکا نتیجہ تو یہ ہے کہ مادہ موجود ہی نہیں قدم اور حادث کی گفتگو تو دُور رہی۔ فلسفہ جدیدہ کی اکثر تحقیقات میں ایسی ہی کھلی ہوئی غلطیان ہیں اب فلسفہ قدیم کو لیجئے تو انھون نے جہانتک انکی سمجھ نے کام کیا دلیل سے کام لیا ہے اور وہ دلیل ایسی مہمل نہیں ہے جیسی فلسفہ جدیدہ کی دلیل تھی کیونکہ قواعد منطق کے موافق چند مقدمات سے مرتب ہے اور اس سے باقاعدہ نتیجہ نکالا گیا ہے اور اسوقت تک ضرور قابل تسلیم تھی اور تسلیم کیگئی تھی جبتک کہ اسکے علم سے بڑھکر دوسرا علم موجود نہ تھا یعنی علم کلام سامنے نہ آیا تھا جب علم کلام اسکے سامنے آیا تو اسکی بھی حقیقت فلسفہ جدیدہ کی دلیل سے زیادہ نہ نکلی صرف اتنا فرق رہا کہ فلسفہ جدیدہ

۱۰۹

[Interlinear glosses: محض ← "بالکل"; مکنونات ← "کائنات"]

(ا) یعنے مادہ جسکے تمام انحاء[ا] وجود یعنی تغیرات مادی میں سے ہر تغیر مسبوق بالعدم ہے اُسکا نفس وجود مسبوق بالعدم نہ ہو۔ آخران وجودات[۵] اور اُس وجود[۵] میں فرق کیا ہے پس سمجھ میں تہ آنا تو قدم اور عدم قدم میں مشترک اور قدم میں اتنی اور افزونی[۲] ہے کہ اسکے بطلان پر خود مستقل دلیل بھی قائم ہے اور وہ دلیل سائنس حال کے مقابلہ میں تو بہت آسانی سے چلتی ہے اور تھوڑے ہی عمل سے سائنس قدیم کے مقابلہ

(ح) پہلے ہی قدم پر ٹھوکر کھائی اور فلسفۂ قدیمہ نے دو تین قدم آگے بڑھکر ٹھوکر کھائی۔ حق سے دونوں دُور ہی رہے۔ بیان اسکا یہ ہے کہ فلسفۂ قدیمہ نے اس اشکال کو تو اپنے اوپر نہیں آنے دیا کہ مادہ کو صورت سے مجرد مانکر وجود کا ہونا اور نہ ہونا دونوں ایک وقت میں ماننا پڑتا ہے جو اجتماع متنا قضین ہے اور یہ مان لیا کہ مادہ بھی قدیم ہے اور کوئی نہ کوئی صورت بھی اسکو ہمیشہ حاصل رہی ہے جسکو صورت جسمیہ کہتے ہیں اور صاف کہدیا کہ عالم مرکب ہے ہیولیٰ اور صورت سے اور دونوں قدیم ہیں۔ اس سے انھوں نے اپنے دل کو سمجھا لیا لیکن فضلاء علم کلام ایسی دلیل رکھتے ہیں کہ اس ایک ہی دلیل سے فلسفہ قدیمہ وجدیدہ دونوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اُس دلیل کے بیان کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ کو واضح طور پر بیان کر دیں پھر قدیم مادہ کو رد کرنا فلسفہ قدیمہ وجدیدہ دونوں کے طریق پر آسان ہوگا۔

110

صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ کا واضح بیان

ہم اگر ایک کٹورہ بھر پانی لیں تو ہر شخص جانتا ہے کہ یہ پانی ایک چیز ہے اور اسکو اس وقت ایک صورت خاص حاصل ہے کہ نیچے سے گول ہے اور اُوپر سے مسطح ہے جسکا قطر مثلاً چھ انچہ کا ہے حتی کہ اگر ہم کسی صورت سے اسکو جماکر برف کرلیں تو اُسکی جسامت اسیطرح کی قائم ہو جاویگی یہانتک کہ اگر اسکو کٹورہ میں سے نکال لیں تب بھی یہی صورت اسکی قائم رہے گی۔ اب فرض کرو کہ ہم اس ایک کٹورے پانی کو دو جگہ کرلیں تو ظاہر بات ہے کہ اب اسکی جسامت اور صورت بدل جاویگی

[۵] یعنی تغیرات کے وجود ۱۲ منہ [۵] یعنے مادہ کے وجود ۱۲

(ا) میں بھی کام دیتی ہے وجہ یہ ہے کہ سائنس حال میں مادہ قدیمہ کو ایک مدت تک صورت جسمیہ سے خالی مانا گیا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مادہ کا تجرد صورت سے محال ہے کیونکہ مادہ کی حقیقت ایک شئے کا وجود بالقوہ[وجود ہو سکنا ۱۲] ہے اور جس[یعنی فاعلی ۱۲] سے فعلیت[موجود ہو جانا ۱۲] ہوتی ہے وہ صورت ہے اور ظاہر ہے کہ وجود بالقوہ قابلیت وجود کی ہے پس

(ح) یعنی اُوپر کا سطح بجائے چھ انچہ کے تین انچہ رہجاویگا اور نیچے کی گولائی بھی پہلے سے گھٹ جاویگی غرض اُس پانی کی جسامت کو ایک دوسری شکل حاصل ہو جاویگی اور ایک پیمائش دو پر تقسیم ہو جاوے گی۔ اب یہ بہت موٹی بات ہے کہ کوئی چیز تو اسمیں کی بدل گئی جسکی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ شکل نہیں رہی اور کوئی چیز اسمیں بحال خود باقی ہے جسکی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ پانی ہے کہ بڑی ایک شکل چھوڑ کر دو چھوٹی چھوٹی شکلون مین آگیا ہے اُس پہلی بڑی شکل کو اور نیز ان دو چھوٹی شکلون کو صورت شخصیہ کہتے ہین یعنی وہ صورت جس سے ایک معین شکل پیدا ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے اسکی طرف الگ اشارہ کرسکتے ہیں اور دوسری چیز کی طرف الگ۔ اب فرض کرو کہ ہم کسی صنعت سے پانی کی نوع ہی بدل دین مثلاً اسکو اتنا پکائیں کہ وہ بخارات بنجاوے اور بخارات سے ہوا بنجاوے تو اب بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسمیں ایسا تغیر ہوا ہے کہ کوئی چیز تو اسمیں کی بدل گئی اور کوئی چیز باقی ہے یعنی پانی کی نوعیت جاتی رہی اور بجائے اسکے ہوا کی نوعیت آگئی اور کوئی ایسی چیز ہنوز باقی ہے جسکی طرف اس تبدیلی کی نسبت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اس چیز نے پانی کی نوعیت چھوڑ دی اور ہوا کی نوعیت اختیار کرلی جس بات کو اُس نے چھوڑ دیا اسکو صورت نوعیہ کہتے ہیں اور جو باوجود اس نوعیت کو چھوڑنے کے باقی رہی اسکو صورت جسمیہ کہتے ہیں تو ہر چیز میں یہ چار چیزیں ہوتی ہیں۔ مادہ[۱]۔ صورت جسمیہ[۲]۔ صورت نوعیہ[۳]۔ صورت شخصیہ[۴]۔ اب ہم ایک فرد خاص میں اسکی اور زیادہ توضیح کئے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں سہولت ہو۔ فرض کرو کہ زید منجملہ موجودات کے ایک چیز ہے ظاہر ہے کہ اسمیں مادہ موجود ہے۔ اس بات پر کسی دلیل کی اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کو سب مانتے ہیں اب ہم کہتے ہیں کہ مادہ میں بہت سے تغیرات ہو کر زید بنا ہے مثلاً زید انسانی صورت اختیار کرنے سے پہلے نطفہ کی صورت میں تھا اور اس سے پہلے مٹی کی صورت میں تھا اور اس سے پہلے جو کچھ بھی ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ کتنے ہی تغیر ہو گئے

۱۱۱

(ا) مادہ کو بلا صورت کے موجود رکھنا درحقیقت اجتماع متنافیین (ضدین ۱۲) کا قائل ہونا ہے کہ وجود
بالفعل ہے بھی اور وجود بالفعل نہیں بھی ہے پس اسکا مقتضا تو یہ ہے کہ خود مادہ موجود
ہی نہ ہوتا بقدم چہ رسد ۔ اور اگر فلسفہ قدیمہ کے اتباع سے مادہ میں کوئی صورت بھی
مان لیجاوے تو یہ ظاہر ہے کہ کوئی صورت جسمیہ بدون صورت نوعیہ کے اور کوئی صورت نوعیہ

(ح) مگر کوئی بات اُس مادہ میں ایسی موجود رہی جسکے ذریعہ سے اسکو موجود مانا گیا اور یون کہا گیا
کہ تغیر سے اسکی شکل بدلتی ہے ۔ اس بات کو صورت جسمیہ کہتے ہیں وہ بات باوجود تغیرات کے محفوظ
رہتی ہے جب وہ مٹی کی صورت میں آیا تو کوئی بات اسمیں ایسی اور بڑھ گئی جسکی وجہ سے مٹی نام رکھنے لگے
اور دوسری انواع عالم یعنی آگ اور ہوا اور پانی سے اسکو الگ کہہ سکے ۔ اس بات کو صورت نوعیہ
کہتے ہیں ۔ یہ صورت نوعیہ بدلتی ہے کیونکہ جب مٹی سے نطفہ کی صورت میں آیا تو اس نے مٹی کی
صورت نوعیہ چھوڑ دی اور نطفہ کی صورت نوعیہ پہن لی جسکے ذریعہ سے اسکو دوسری مٹی سے پیدا شدہ
چیزون سے مثلاً پتھر کنکر وغیرہ سے امتیاز کرنے لگے پھر جب نطفہ سے انسانی صورت میں آیا تو
نطفہ کی صورت نوعیہ چھوڑ دی اور انسانی صورت نوعیہ پہن لی جسکے ذریعہ سے اُسے گائے بیل ۱۱۲
بھیڑ وغیرہ سے امتیاز کرنے لگے حالانکہ یہ سب چیزین نطفہ ہی سے پیدا شدہ ہیں اور ظاہر ہے
کہ زید مطلق نوع انسان نہیں ہے بلکہ نوع انسان کا ایک فرد ہے جیسے عمرو بکر وغیرہ بھی اُسی
نوع انسان کے افراد ہیں تو زید میں اور نیز دیگر ہر ہر فرد میں صورت نوعیہ انسانی کے ساتھ کوئی
بات اور بھی شامل ہے جسکے ذریعہ سے افراد کو باہم امتیاز ہوتا ہے اسکا نام صورت شخصیہ ہے
تو زید میں اتنی چیزین موجود ہیں مادہ[1] اور صورت جسمیہ[2] اور صورت نوعیہ[3] اور صورت شخصیہ[4] اسیطرح
جملہ کائنات کے ہر ہر فرد میں یہ چارون چیزین موجود ہیں ۔ پُرانے فلاسفر ان سب کو بالتصریح
ثابت کرتے اور مانتے ہیں ۔ اور نئے فلاسفرون کی دوڑ چونکہ صرف مشاہدات تک ہے اسواسطے
وہ ان ناموں کو بھی نہیں سمجھتے اور ان تذکرون ہی کو فضول سمجھتے ہیں اور انکے متبعین کہتے ہیں
کہ پُرانے فلاسفرون نے فلسفہ سے کچھ کام نہیں لیا (یعنے مادی ایجادات آجکل کے لوگونکی
سی نہیں کیں) صرف خیالی بندشون میں لگے رہے ۔ ہمیں پُرانے فلاسفرون کی طرفداری اور
اس اعتراض کے جواب دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم جس بات میں دونون کو خطاب کر رہے

(ح) ہیں اُس میں دونوں کی غلطی ثابت کرینگے وہ غلطی تھوڑی ہوتی تو کیا اور بہت ہوتی تو کیا۔
آب چو از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست۔ راہ حق سے دونون دُور ہیں کوئی مادیات
میں پھنسا رہکر دُور رہا تو کیا اور کوئی روحانیت اور علوم عالیہ تک پہنچکر دُور ہوا تو کیا اس بات
مین دونوں برابر ہیں کہ علوم وحی کو اختیار نہین کیا اور حقیقت تک نہیں پہونچے سچ یہ ہی کہ ؎

میندار سعدی کہ راہ صفا ✤ تواں رفت جز بر پئے مصطفٰے
کسانیکہ زین راہ برگشتہ اند ✤ برفتند و بسیار سرگشتہ اند

علماء اسلام علوم وحی کی مدد سے دونون کی غلطی اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ اس سے
جائے گریز باقی نہیں رہتی۔

تنبیہ یہ بھی بتا دینا ضرور ہے کہ ان تینون چیزون سے ناآشنائی کی وجہ یہ بھی ہو
ہے کہ ان کے نامون میں صورت کا لفظ لگا ہوا ہے۔ صورت جسمیہ۔ صورت نوعیہ۔ صورت شخصیہ
نئے سے الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔ عجب نہیں کہ آجکل کے نوجوان ان نامون کو سنکر یہ کہنے لگیں
کہ یہ کیا فضول بات ہے کہ ہر چیز میں تین صورتیں ہیں مثلاً یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ زید مین
تین صورتیں ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ صورت (شکل) تو زید کی ایک ہی ہے پھر زید کے لئے تین
صورتین کہنا خیالی بندش نہیں تو کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ تینون کے ساتھ صورت کا لفظ بمعنے
شکل نہیں ہے جس سے یہ لازم آوے کہ زید کی تین شکلیں خلاف واقع مانی گئی ہیں بلکہ صورت
کے معنے ہیں ایک خاص حالت تو صورت جسمیہ سے مراد وہ حالت ہے جو مادہ کو موجود ہوتے وقت
حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی موجود چیز پائی جاویگی تو کائنات کی کسی نوع (قسم) ہی میں
سے ہوگی تو اسکو ایک خاص حالت ایسی بھی ضرور حاصل ہوگی جسکی وجہ سے اسکو اس نوع
میں سے سمجھیں اس حالت کو صورت نوعیہ کہدیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اُس چیز کے اس نوع
میں سے ہونے کے یہی معنے ہونگے کہ اس نوع کا ایک فرد ہے تو اسکو ایک حالت ایسی بھی
ضرور حاصل ہے جسکی وجہ سے ایک فرد کہلاتا اور دوسرے افراد سے الگ سمجھا جاتا ہے۔
اسکا نام صورت شخصیہ رکھدیتے ہیں۔ شخصیہ کے ساتھ صورت کا لفظ لگانا چنداں بے جوڑ نہیں
اسواسطے کہ اسی سے ہر شخص دوسرے سے علیحدہ ہوتا ہے۔ صورت شخصیہ کی مناسبت سے

۱۱۲۳

(ح) دوسری دو حالتوں کے نام میں بھی صورت کا لفظ لگا دیا ہے اہل فہم کو اس سے چونکنا نہ چاہیے۔ اس تقریر سے ان الفاظ سے اجنبیت جاتی رہی اور اگر ان لفظوں کا ترجمہ آجکل کی اُردو میں جسامت اور نوعیت اور شخصیت سے کردیا جائے تو نوجوانوں کی سمجھ سے اور زیادہ قریب ہوجائینگے اور اس تقریر سے یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہ تینوں چیزیں چاہے باعتبار اپنی ماہیت کے الگ الگ ہوں لیکن کائنات کے ہر فرد میں تینوں ایک ساتھ پائی جاتی ہیں۔ جیسا ہر جسم کے لئے رنگ لازم ہے کہ گو وہ جسم باعتبار حقیقت و ماہیت کے اور چیز ہے اور رنگ اور چیز لیکن یہ نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے سے الگ پائے جاویں۔ اسیطرح مادہ اور یہ تینوں صورتیں باعتبار ماہیت و حقیقت کے گو الگ ہیں لیکن پائی سب ساتھ ہی ساتھ جاتی ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ سب الگ الگ پائی جاویں اور یکے بعد دیگرے وجود میں آویں۔ بلفظ دیگر مادہ کے ساتھ تینوں کے ملجانے سے کوئی چیز کائنات کا ایک فرد کہی جاسکتی ہے۔ اب وہ اشکال رفع ہوگیا کہ زید کی تین شکلیں کہاں ہیں کیونکہ ہم تین شکلیں زید کی نہیں کہتے شکل تو ایک ہی ہے جس سے ہم اسکو پہچان لیتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تینوں حالتیں اسمیں موجود ہیں جسمیت بھی ہے (جیسا کہ ظاہر ہے) اور کوئی بات ایسی بھی ہے جسکی وجہ سے زید نوع انسان میں شمار ہوتا ہے۔ اور شخصیت بھی ہے جسکی وجہ سے اپنے اور بنی نوع سے الگ کیا جاتا ہے (شخصیت بھی بہت ظاہر بات ہے) ان سب باتوں کے ملنے سے زید کی یہ شکل خاص پیدا ہوئی ہے۔ اور اس تقریر سے یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ صورت جسمیہ و صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں کسی لفظ اور کسی نام سے انکو تعبیر کیا جاوے مگر یہ موجود ضرور ہیں اگر صورت جسمیہ کا انکار کیا جاوے تو اسکے کیا معنے ہونگے کہ مادہ موجود تو ہے مگر جسمیت سے خالی ہے اسکو تو ہم باقاعدہ ثابت کر آئے ہیں کہ اسکے معنے یہ ہوتے ہیں کہ مادہ موجود ہے بھی اور نہیں بھی ہے یہ اجتماع نقیضین ہے جو بداہۃً محال ہے۔ اور اگر صورت نوعیہ کو نہ مانا جاوے تو اسکے کیا معنے ہونگے کہ کوئی چیز موجود تو ہے مگر کائنات کسی نوع میں شمار نہیں ضرور کسی نوع میں شمار ہوتی ہے تو ضرور واجب التسلیم ہے کہ کوئی بات اسکو ایسی بھی حاصل ہے جس سے وہ اُس نوع میں شمار ہوتی ہے۔ اور صورت شخصیہ سے تو کوئی انکار کرتا ہی نہیں

۱۱۴

(ح) سب جانتے ہیں کہ زید کی صوت اور شخصیت اور ہے اور عمرو کی اور اور بکر کی اور جس سے ہر ایک پہچانا جاتا ہے۔

بیان صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ اور صورت شخصیہ کا ختم ہوا

اب بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ کائنات کی ہر ہر چیز میں یہ چار چیزیں ہیں۔ مادہ۔ صورت جسمیہ۔ صورت نوعیہ، صورت شخصیہ۔ اسکے تسلیم کرنے میں کوئی اختلاف نہیں کر سکتا۔ صرف اختلاف ہے تو اسمیں ہے کہ یہ چارون چیزین سب قدیم ہیں یا حادث یا ان میں سے کوئی قدیم ہے اور کوئی حادث۔ فلسفہ قدیمہ کہتا ہے کہ مادہ اور صوت جسمیہ دو چیز قدیم ہیں اور صوت نوعیہ اور صورت شخصیہ حادث ہیں۔ اور فلسفہ جدیدہ کہتا ہے کہ صرف مادہ قدیم ہے اور تینوں صورتوں مین سے کوئی صورت بھی قدیم نہیں۔ اور علم کلام (فلسفہ اسلام) کہتا ہے کہ ان چارون میں سے کوئی بھی قدیم نہیں۔ قدیم صرف ذات خداوندی ہے۔ دوسرے کسیکو بھی قدیم ماننا اسلام کے خلاف اور شرک ہے علماء کلام کے پاس ایسی دلیل ہے کہ وہ ایک ہی دلیل دونوں فلسفون کے رد کیلئے کافی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ تمام دُنیا کا مانا ہوا مسئلہ ہے کہ الشئے اذا ثبت ثبت بلوازمہ یعنی جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو مع اپنے لازم چیزون کے ثابت ہوتی ہے لازم کہتے ہی اسکو ہین جس سے ملزوم الگ نہ ہو سکے مثلاً انسان کے وجود کے لئے جگہ (مکان) کی ضرورت ہے تو جو کوئی انسان کو موجود مانے گا اسکو مکان کا وجود بھی ماننا پڑیگا۔ اسکے کوئی معنے نہیں ہو سکتے کہ انسان تو موجود ہے مگر مکان موجود نہیں مشاہدات میں اسکی مثال یہ ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے کسیکو ریل چلانے کی اجازت ملے تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ اسکو زمین خریدنے اور پٹری بچھانے کی بھی اجازت ہے اسکے کوئی معنے نہیں ہو سکتے کہ ریل چلانے کی تو اجازت ہے مگر زمین نہیں ملے گی۔ علے ہذا بندوق کا لیسنس کسیکو ملتا ہے تو اسکے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ بندوق بنوا سکتا یا خرید سکتا ہے اسکے کوئی معنے نہیں ہو سکتے کہ بندوق کا لیسنس تو دیا جاوے لیکن بندوق کی خریداری اور تیاری کی اجازت نہ دیجاوے غرض یہ مقدمہ بالکل صحیح اور مسلم ہے کہ الشئے اذا ثبت ثبت بلوازمہ۔ ایک مقدمہ یہ یاد رکھو۔ اور دوسرا مقدمہ وہ ہے جسکو ہم ابھی پورے طور سے ثابت کر آئے ہیں کہ مادہ کو موجود

(ا) بدوں صورت شخصیہ کے متحقق نہیں ہو سکتی۔ پس جب کوئی صورت اس مادہ میں آنی جاویگی لامحالہ وہاں صورت شخصیہ بھی ہوگی اور صورت شخصیہ میں تبدل ہوتا رہتا ہے پس جب ایک صورت شخصیہ متاخرہ اُس پر آئی دو حال سے خالی نہیں یا تو پہلی صورت شخصیہ بھی باقی رہے گی یا زائل ہو جاوے گی۔ اگر باقی رہی تو شخص کا شخص ہونا صورت شخصیہ سے ہے۔ جب دو صورت شخصیہ ہوئیں تو وہ دو شخص ہو گئے۔

(ح) کہنے کے لئے لازم ہے کہ صورت جسمیہ کو بھی اسکے ساتھ موجود کہا جاوے اسکے کوئی معنے نہیں کہ مادہ موجود ہے اور کوئی صورت اسکو حاصل نہیں (بلکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ وجود بالفعل کے معنے ہی یہ ہیں کہ مادہ کوئی صورت پہن لے اور بلا صورت کے وجود کے معنے قابلیت وجود کے ہیں نہ کہ وجود کے) غرض صورت جسمیہ مادہ کو لازم ہے تو اگر مادہ کو قدیم کہنا ہے تو صورت جسمیہ کو بھی قدیم کہنا پڑیگا (فلسفہ قدیمہ نے یہی کیا ہے) اور یہ کہنے کی بالکل گنجائش نہیں اور یہ محض بیہودہ بکواس ہے کہ مادہ قدیم تو ہے مگر کچھ دنوں تک صورت جسمیہ سے بالکل خالی رہا ہے (جیسا کہ فلسفہ جدیدہ نے کہدیا ہے) کیونکہ یہ جملہ اسکا مرادف ہے کہ مادہ قدیم تو ہے مگر کچھ دنون تک وجود سے خالی (غیر موجود یا معدوم) بھی رہا ہے اور اسکا بطلان ظاہر ہے تو لامحالہ اگر مادہ کو قدیم کہنا ہے تو صورت جسمیہ کو بھی قدیم کہنا پڑیگا اور فلسفہ جدیدہ کو فلسفہ قدیمہ کا اس بات میں اتباع کرنا ہوگا کہ وہ صورت جسمیہ کو بھی قدیم مانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم مرکب ہے ہیولے (مادہ) اور صورت جسمیہ سے اب ہم دونوں سے خطاب کرینگے اور کہینگے کہ صرف یہ مان کر پیچھا نہیں چھوٹ جاویگا کہ مادہ کے ساتھ صورت جسمیہ بھی قدیم ہے کیونکہ صورت جسمیہ کو صورت نوعیہ لازم ہے اور ایسی دلیل مذکور یعنی اذا ثبت ثبت بلوازمہ کی رُو سے ماننا پڑیگا کہ صورت نوعیہ بھی قدیم ہے اسکے کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ مثلاً زید میں مادہ ہے اور کچھ جسامت (صورت جسمیہ) بھی ہے مگر زید مخلوقات کی کسی نوع میں داخل نہیں سب جانتے ہیں کہ نوع انسان میں داخل ہے یہ کسی نوع میں داخل ہونا جس بات سے حاصل ہوا اسیکو صورت نوعیہ کہتے ہیں اور اگر صورت نوعیہ کو بھی قدیم مان لو تو اب بھی پیچھا نہیں چھوٹتا کیونکہ صورت نوعیہ کو بھی ایک لازم اور ہے اور بمقتضائے الشئے اذا ثبت ثبت بلوازمہ اسکو بھی قدیم ماننا ضرور ہوگا وہ لازم صورت شخصیہ ہے۔

(باقی آئندہ)

یہانتک کہ یہ بات تمام شہر میں مشہور ہو گئی کہ فلاں شخص سعی لاحاصل میں مصروف ہے کہ وہ خالی توشہ دان میں سے پنیر تلاش کرتا ہے اور وہ فقیر اتنا مشہور ہوا کہ طمع خام میں ضرب المثل ہو گیا لیکن وہ اپنی اس خواہش کو نہیں چھوڑتا تھا اور دعا و گریہ و زاری میں کمی نہ کرتا تھا بالآخر حق سبحانہ نے اُسکی دعا قبول فرمائی۔ کیوں نہ ہو خواہ کوئی کاہل ہو خواہ چست و چالاک جب پوری کوشش کے ساتھ کسی شے کو ڈھونڈھتا ہے تو وہ مل ہی جاتی ہے اُس قبولیت دُعا کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ ایک روز دوپہر کے وقت بیٹھا ہوا آہ و زاری کے ساتھ دُعا کر رہا تھا کہ اچانک اُسکے گھر میں ایک گائے دوڑ کر گھس گئی اور سینگ مار کر اُس نے کواڑ اور زنجیر کنڈا سب توڑ دیا جوں ہی گائے اندر گھسی ہے اُس نے فوراً اُٹھکر اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور نہ ایک کی نہ دو کی فوراً ہی اُسکو ذبح کر دیا جب ذبح کر چکا تو قصائی کے یہاں گیا کہ وہ فوراً ہی اُسکی کھال اتار دے اس قصہ کو یہانتک پہونچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

حکایت اُس شخص کی کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں راتدن یہ دُعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے حلال روزی بے رنج وکسب کے عنایت فرما

آن یکے در عہد داؤد نبیے نزد ہر دانا و پیش ہر غبیے

این دعا مے کرد دائم کاے خدا ثروتے بے رنج روزی کن مرا

یعنی ایک شخص حضرت داؤدؑ نبی کے زمانہ میں ہر دانا اور ہر نادان کے سامنے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے بے محنت کے امیری عنایت فرمادے۔ اور کہا کرتا تھا کہ۔

چون مرا تو آفریدی کاہلے زخم خوارے سُست جنبے مبتلی

یعنی جبکہ آپ نے مجھے کاہل اور زخم خوار اور سست اور بے حس پیدا فرمایا ہے۔

بر خران پشت ریش نامراد بار اسپان و اشتران نتوان نہاد

یعنی زخمی کمر والے گدہوں نامراد پر گھوڑون اور اونٹون کا بوجھ نہیں رکھہ سکتے ہیں۔

کاہلم چون آفریدی ای ملے روزیم دہ ہم ز راہِ کاہلے

یعنی اے غنی جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو کاہلی ہی کی راہ سے مجھے روزی بھی عنایت فرما۔

کاہلم من سایہ خسپم در وجود خفتم اندر سایۂ افضال وجود

یعنی میں کاہل ہون اور زندگی مین سایہ میں سونے والا ہون (یعنی آرام طلب ہوں) تو اب میں آپ کے افضال وجود کے سایہ میں سوتا ہوں۔

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر روزئے بنہادہ نوعِ دگر

یعنی کاہلوں اور آرام طلبوں کیلئے شاید آپ نے کسی دوسری طرح روزی دینا رکھا ہوگا (پس اسی طرح مجھے بھی عنایت فرما)

ہر کرا پا ہست جوید روزئے ہر کرا پا نیست کن دلسوزئے

یعنی جسکے پاؤں ہیں وہ تو روزی کو تلاش کرتا ہے اور جسکے پاؤں نہیں اُسکی آپ دلسوزی کیجئے

رزق را میران بسوئے آں حزین ابر را باران بسوئے ہر زمین

یعنی اُس کاہل غمگین کی طرف آپ رزق کو چلائیے اور ابر کو ہر زمین کی طرف برسائیے اسلئے کہ یہ خود کچھ نہیں کرسکتے۔ آگے مثالیں ہیں کہ)

چون زمین را پا نباشد جود تو ابر را راند بسوئے او دو تو

یعنی جبکہ زمین کے پاؤں نہیں ہوتے تو تیرا جود ابر کو اُسکی طرف مکرر رسکر رچلاتا ہے۔

طفل را چون پا نباشد مادرش آید و ریزد وظیفہ بر سرش

یعنی طفل کے جب پاؤں نہیں ہوتے تو اُسکی ماں آتی ہے اور خوراک اُسکے سر پر ڈالدیتی ہے یعنی خود اُسکو دودھ آکر پلاتی ہے۔ بس اسیطرح مجھے بھی آپ بلا میری کوشش کے دیجئے۔ ۷۹

روزیئے خواہم بناگہ بے تعب کہ ندارم من ز کوشش جز طلب

یعنی میں روزی کا (اکھٹے) ایکدم سے بے تعب کے طالب ہوں کہ میں کوشش سے سوائے طلب کے اور کچھ نہیں رکھتا۔ یعنی طلب تو ہے باقی اور کسب وغیرہ کر نہیں سکتا۔

مدتے بسیار میکرد این دُعا روز تا شب شب ہمہ شب تا ضحےٰ

یعنی ایک مدت کثیر تک وہ یہ دعا کرتا تھا دن سے رات تک اور ساری رات چاشت تک۔

خلق می خندید بر گفتار او بر طمع خامے و بر پیکار او

یعنی مخلوق اسکی بات پر ہنستی تھی اور اُسکی خام طمعی پر اور اُسکے اس اصرار پر۔

کہ چہ میگوید عجب این سست ریش یا کسے وا دست بنگ بیہشیش

یعنی کہ یہ مسخرہ کیا عجب بات کہتا ہے یا اسکو کسی نے بیہوشی کی دوا دیدی ہے۔

راہ روزی کسب و رنج است و تعب ہرگز این نادر نشد ور شد عجب

یعنی روزی کی راہ تو کسب ہے اور رنج و تعب ہے اور یہ (جو یہ کہتا ہے یہ) نادر تو ہوا نہیں اور اگر ہوا ہو تو عجب ہے یعنی اگر ہوا ہے تو نادر اہو گیا مگر اسکو کہاں سے ملجاویگا۔

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب از رہ کسب و طلب با رنج و تب

یعنی حق تعالے نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور (ذریعہ) طلب راہ کسب اور طلب سے رنج و تب کے ساتھ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ جسکو ملتا ہے سب کو کمانے سے اور کوشش کرنے سے ہی ملتا ہے۔

اطلبوا الارزاق من اسبابہا وادخلوا الاوطان من ابوابہا

۸۰

یعنی رزقوں کو اُسکے اسباب سے طلب کرو اور گھروں میں اُنکے دروازوں سے داخل ہو۔ دوسرے مصرعہ کا مضمون تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور اول مصرعہ دوسری ادلہ سے ظاہر و باہر ہے کہ حق تعالے نے تمام دنیا کے کارخانہ کو اسباب ہی پر رکھا ہے اگرچہ اُنکی قدرت سب کچھ ہے مگر پھر بھی اسباب ہی سے کام چلتا ہے اور یہ کہتے تھے کہ۔

شاہ و سلطان و رسول حق کنون ہست داؤد نبی ذو فنون

یعنی بادشاہ اور سلطان اور رسول حق کہ اب یہ داؤد نبی ذوفنون ہیں۔

ہست در فرمان او از وحش و طیر در ہمہ روئے زمین او راست سیر

یعنی اُنکے حکم میں وحوش و طیور سب ہیں اور تمام روئے زمین میں اُنکو سیر (حاصل) ہے۔

با چنان عزی و نازی کاندروست کہ گزیدستش عنایتہائے دوست

یعنی باوجود ایسی عزت وناز کے جو کہ اُن میں ہے کہ انکو عنایتہائے حق نے برگزیدہ فرمایا ہے۔

معجزاتش بے شمار و بے عدد　　موج بخشایش مدد اندر مدد

یعنی اُنکے معجزے بیشمار اور بے عدد ہیں اور اُنکی بخشش کی موج زیادتی اندر زیادتی ہے۔

ہیچکس را خود ز آدم تا کنون　　کے بدست آواز ہمچون ارغنون

یعنی آدم علیہ السلام سے اسوقت تک کسی شخص کے لئے ایسی ارغنون کیطرح آواز کب ہوتی ہے ارغنون ایک باجہ کا نام ہے مطلب یہ کہ ایسی نفیس آواز اور کس کو میسر ہے۔

کہ بہر وعظے بمیراند دو بیست　　آدمے را صوت خوبش کردہ نیست

یعنی کہ ہر وعظ میں دوسو کو مار دیتے ہیں اُنکی آواز خوب نے آدمیون کو نیست کر دیا ہے۔

۸۱

شیر و آہو جمع گردد آن زمان　　سوئے تذکیرش مغفل این ازان

یعنی اُسوقت شیر اور ہرن اُنکے وعظ کی طرف جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے غافل ہوتا ہے یعنی آپس میں کوئی کسیکو گزند نہیں پہونچا سکتا اسلئے کہ اُنکی آواز کو سنکر سب مست ہوجاتے ہیں۔

کوہ و مرغان ہم رسائل با دمش　　ہر دو اندر وقت دعوت محرمش

یعنی پہاڑ اور چا نور اُنکی آواز کے ساتھ ہم آواز ہیں اور دونوں بلانے کے وقت انکے محرم ہیں

این دو صد چندان حر اور امعجزات　　نور رویش بے جہات و در جہات

یعنی اس سے دوسو چند اُنکے معجزات ہیں اور نور رُخ اُنکا بے جہت تمام عالم میں ہے۔

باہمہ تمکین خدا روزئے او　　کردہ باشد بستہ اندر جستجو

یعنی باوجود اس عزت کے حق تعالیٰ نے اُنکی روزی کو جستجو میں ہی باندھ دیا ہے۔

بے زرہ بافی و رنج روزیش ‌ ‌ ‌ ‌ می نیاید با ہمہ فیروزیش

یعنی بے زرہ بافی کے اور رنج روزی اُنکی نہیں آتی ہے باوجود اس بزرگی انکی کے (جب یہ حالت ہے تو پھر)

اینچنین مخذول واپس ماندۂ ‌ ‌ ‌ ‌ خانہ کندہ دون گردون راندۂ

یعنی ایسا ذلیل اور واپس ماندہ اور خانہ خراب اور کمینہ اور گردوں کا نکالا ہوا۔

اینچنین مدبر ہمی خواہد کہ او ‌ ‌ ‌ ‌ گنج یابد تا رود پایش فرو

یعنی یہ ایسا بدبخت چاہتا ہے کہ وہ اتنا خزانہ پاوے کہ اُسکا پاؤں اُس میں دھنس جاوے

۸۲

زاحمقی خواہد کہ بے رنجش زود ‌ ‌ ‌ ‌ بے تجارت پر کند دامن زسود

یعنی احمقی کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بلا کسی تکلیف کے جلدی سے بلے تجارت کے دامن نفع سے بھرے

اینچنین گیجے نیامد در جہان ‌ ‌ ‌ ‌ کہ بر آید بر فلک بے نردبان

یعنی ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں آیا کہ آسمان پر بے زینہ کے چڑھتا ہے۔

این ہمی گفتش بہ تسخر نک بگیر ‌ ‌ ‌ ‌ کہ رسیدت روزی و آمد بشیر

یعنی کوئی اُس سے مسخرہ پن سے یہ کہتا کہ لے تیری روزی پہونچ گئی اور خوشخبری دینے والا آگیا۔

وان ہمی خندید ما را ہم بدہ ‌ ‌ ‌ ‌ زانچہ یابے ہدیۂ سالار دہ

یعنی اور وہ دوسرا ہنستا کہ چودہری جی جو ہدیہ تم پاؤگے ہمیں بھی دینا۔

او ازین تشنیع مردم وین فسوس کم نمے کرد از دعا و چاپلوس

یعنی وہ لوگوں کے تشنیع سے اور مسخرہ پن سے دعا اور تضرع کم نہ کرتا تھا۔

تا کہ شد در شہر معروف و شہیر کو ز انبان تہے جوید پنیر

یعنی یہانتک کہ وہ شہر مین معروف و مشہور ہو گیا کہ وہ خالی تھیلی میں سے پنیر کو تلاش کرتا ہے یعنی بے کمائے ہوئے صرف دعا سے مال و دولت چاہتا ہے۔

شد مثل در خام طمعی آن گدا او ازین خواہش نمے آید جدا

یعنی وہ گدا خام طمعی میں ضرب المثل ہو گیا مگر وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوتا تھا۔

کم نمی کرد از دعا و ابتہال کز اجابت مستعان ذو الجلال

۸۳

یعنی اُس نے دعا اور تضرع میں کمی نہ کی تو مستعان ذو الجلال نے (اسکی دعا) قبول فرمالی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر گران و گر شتابندہ بود عاقبت جویندہ یابندہ بود

یعنی خواہ سُست ہو اور خواہ چالاک ہو آخر کار طالب پانے والا ہوتا ہے مطلب یہ کہ طالب ہونا چاہیے چاہے طلب کم ہو یا زیادہ مقصود ہر صورت مین حاصل ہو ہی جاتا ہے اب آگے ذرا سنئے کہ اس شخص کی دعا کس لطف کے ساتھ قبول ہوئی ہے۔

اُس الحاح سے دُعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا گھس آنا۔ اور فرمایا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ حق تعالےٰ دُعا میں الحاح کرنیوالونکو دوست رکھتا ہے اسلئے کہ الحاح عین مرضی حق ہے اور دُعا کرنیوالے کیلئے اُس دعا سے جوکہ وہ کر رہا ہے الحاح بہتر ہے

یہ مضمون اس سُرخی کا حدیث مین موجود ہے اور چونکہ اُس شخص نے دُعا الحاح سے کی تھی اسلئے اس مناسبت سے مولانا نے اس حدیث کو سُرخی میں بیان فرما دیا ہے آگے قصہ فرماتے ہیں کہ

تا کہ روزے ناگہان در چاشتگاہ   این دُعا میکرد با زاری و آہ

یعنی یہانتک ایک روز چاشت کے وقت وہ زاری و آہ کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔

۴۴

ناگہان در خانہ اش گاوی دوید   شاخ زد بشکست در بند و کلید

یعنی ناگاہ اُسکے گھر میں ایک گائے گھُسی۔ اور اُس نے سینگ مار کر کنڈی وغیرہ توڑ دی (مثل مشہور ہے کہ گرنستانی بستم میرسد۔ بس اسیطرح یہ گائے بھی کنڈی وغیرہ توڑ کر گھس آئی۔ کہ گرنستانی بستم میرسد)

گاو گستاخ اندران خانہ بجست   مرد بر جست و قوائمہاش بست

یعنی گائے گستاخانہ گھر میں گھُس آئی تو وہ آدمی (معہ گھر والون کے) اُٹھا اور اُسکے پاؤں باندھ لیے۔

پس گلوئے گاو ببرید آن زمان   بے توقف بے تامل بے امان

یعنی پھر اُسے اُسیوقت گائے کا گلا کاٹ دیا بلا کسی توقف و تامل کے اور بے امان کے۔

(باقی آئندہ)

الشطر الثانی من التشرف

تخریج بعض الروایات الواردۃ فی الدفتر الاول من المثنوی المعنوی وشرحہ کلید عن بعض الرسائل وغیرہ

قولہ۔ ابرنا ید از پے منع زکات
وز زنا افتد وبا اندر جہات

فی کنز العمال اخرج الطبرانی فی الاوسط عن بریدۃ مرفوعًا ما منع قوم الزکوۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین وفیہ ایضًا لا یمنع قوم زکوۃ اموالہم الا منعو القطر من السماء الخ رواہ الترمذی مرفوعًا وقد اخرج ابن ماجۃ مرفوعًا ما معناہ ان ظہور الفاحشۃ سبب للطاعون وقد اخرج الطبرانی مرفوعًا ما معناہ

شعر
ابر نا ید از پے منع زکات
وز زنا افتد وبا اندر جہات

کنز العمال میں ہے کہ طبرانی نے اوسط میں حضرت بریدہ رضؓ سے مرفوعًا روایت کیا کہ جس قوم نے زکوۃ دینا بند کیا اللہ تعالی انکو قحط میں مبتلا کرتے ہیں اور کنز العمال میں یہ بھی ہے کہ جو قوم اپنے اموال کی زکوۃ کو بند کر لیتے ہیں وہ آسمانی بارش سے محروم کیے جاتے ہیں روایت کیا اسکو ترمذی نے مرفوعًا یہ تو مصرعہ اولی کا ماخذ ہے آگے مصرعہ ثانیہ کا ماخذ ہے) اور (وہ یہ ہے کہ ابن ماجہ نے مرفوعًا ایسی روایت کی ہے کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ فحش افعال کا شائع ہو جانا طاعون کا سبب ہے اور طبرانی نے مرفوعًا ایسی روایت کی ہے جسکا مضمون

لہ لما کان ما یدل علیہ الحدیث مصرحًا ومقدما علیہا فی ھذا التخریج والذی یلیہ لم یحتج الی تقریرہ ملولا تہا ... بعد مرحما کما کان فیما قبل الا للضرورۃ بعض زیادۃ حرف الفاء ثم بعد ھذین التخریجین یعاد الی الطریقۃ السابقۃ

ان الزنا سبب ظهور
الموت اعنی الوباء
قوله معنی الصبر مفتاح الفرج
فی المقاصد الحسنة ذکره
الدیلمی بلا اسناد عن الحسین
بن علی مرفوعا وللقضاعی عن
ابن عمر وابن عباس مرفوعاً
انتظار الفرج بالصبر عبادة
قول الشارح استعینوا فی الحوائج
بالکتمان - رواه الشاه ولی الله رح
فی اربعینه عن علی مرفوعا و
لفظه استعینوا علی الحوائج بالکتمان
وفی المقاصد الحسنة بلفظه استعینوا
علی انجاح حوائجکم بالکتمان فان
کل ذی نعمة محسود وفیه سعید بن
سلام العطار قال فیه العجلی لا باس
وکذبه احمد وغیره کما فی المقاصد اھ
ومثل هذا الاختلاف غیر مضر
قول الشارح من تقرب
منی شبراً اھ - رواه مسلم
کذا فی المشکوة -

۲

یہ ہے کہ زنا سبب ہے ظہور (یعنی کثرت) موت
یعنی وبا کا -
مصرعہ معنی الصبر مفتاح الفرج - مقاصد حسنہ میں ہے
کہ دیلمی نے اِس (متن) کو بلا سند حضرت
حسین بن علی رضؓ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور
قضاعی کی روایت میں حضرت ابن عمرؓ
اور حضرت ابن عباس سے مرفوعاً منقول ہے کہ
صبر کے واسطے دفع بلا کا انتظار کرنا عبادت ہے
صاحبِ کلید کا **قول** استعینوا فی الحوائج
بالکتمان - اور مقاصد حسنہ میں یہ الفاظ
ہیں کہ اپنی حوائج کے پورے ہونے پر اخفا
سے استعانت کرو کیونکہ ہر صاحبِ نعمت
پر (بعضے) لوگ حسد کرتے ہیں اور اس
(کی سند) میں سعید بن سلام عطار ہے
اسکے بارہ میں عجلی نے لاباس یہ کہا ہے
اور احمد وغیرہ نے اسکو کاذب کہا ہے چنانچہ
یہ بھی مقاصد میں ہے اور ایسا اختلاف
ایسے مضامین میں مضر نہیں
صاحبِ کلید کا **قول** من تقرب منی
شبراً الخ - روایت کیا اسکو مسلم نے
اسی طرح مشکوۃ میں -

قول الشارح حدیث اذا خالط بشاشۃ القلوب رواہ البخاری عن قول ھرقل واقرہ ابن عباس حیث نقلہ عن ابی سفیان ولم یردہ فالحدیث موقوف

صاحب کلید کا قول حدیث اذا خالط بشاشۃ القلوب۔ روایت کیا اسکو بخاری نے ہرقل کے قول سے اور حضرت ابن عباس نے اسکی تقریر فرمائی (یعنی اسکو ثابت قرار دیا) چنانچہ اسکو ابی سفیان سے نقل کیا اور رد نہیں کیا پس یہ حدیث (ابن عباس پر) موقوف ہے۔

قولہ۔ می بلرزد عرش از مدح شقی عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ واھتز العرش رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ

مصرعہ۔ می بلرزد عرش از مدح شقی
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب فاسق کی مدح کیجاتی ہے حق تعالیٰ غضبناک ہوتے ہیں اور عرش کانپنے لگتا ہے۔ روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوٰۃ میں اسیطرح ہے۔

قولہ۔ آنکہ گفت استفت قلبک مصطفےٰ عن وابصۃ بن معبد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا وابصۃ جئت تسأل عن البر والاثم قلت نعم قال فجمع اصابعہ

مصرعہ۔ آنکہ گفت استفت قلبک مصطفےٰ
حضرت وابصۃ بن معبد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وابصۃ تم (میرے پاس) اس لیے آئے ہو کہ نیکی اور گناہ کے متعلق (مجھ سے) پوچھو میں نے عرض کیا کہ جی ہاں وابصۃ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر

۲۸

فغرب بها صدره
وقال استفت
نفسك استفت
قلبك ثلثا
البر ما اطمأنت
اليه النفس
واطمأن عليه
القلب والاثم ما حاك
في النفس وتردد
في الصدر
ان افتاك الناس
رواه احمد كذا في المشكوٰة
قول الشارح ان لنفسك عليك
حقا الخ عن عبد الله بن عمرو
بن العاص قال لي رسول
الله صلى الله عليه وسلم
يا عبد الله الم اخبر انك
تصوم النهار وتقوم الليل
فقلت بلى قال فلا تفعل
صم وافطر وقم ونم فان
لجسدك عليك حقا

میرے سینہ پر مارا (توجہ اور اثر بڑھانے
کیلئے) اور فرمایا اپنے نفس سے استفتا کر لیا کرو
اپنے قلب سے استفتا کر لیا کرو اسکو تین بار فرمایا
(پس) نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس مطمئن ہو جائے
اور قلب مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو
نفس میں کھٹکے اور سینہ میں تردد پیدا کرے
اگرچہ لوگ تمکو فتویٰ دیں۔ روایت کیا اسکو
احمد نے مشکوٰۃ میں اسیطرح ہے **ف** اس
استفتا پر یہ فیصلہ ان مواقع میں ہے کہ حکم تو
صاف ہے مگر محل حکم مشتبہ ہے یعنی اسمیں
تردد ہے کہ یہ جزئیہ خاصہ اوس کلی میں
داخل ہے یا نہیں جس سے حکم خاص متعلق ہے
صاحب کلید کا **قول** ان لنفسك
علیك حقا الخ عبد اللہ بن عمر بن العاص
سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ کیا یہ خبر مجکو
(صحیح) نہیں پہونچی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ
سے رہتے ہو۔ اور رات میں (نوافل وغیرہ
میں) قیام کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ واقعی
آپ نے فرمایا ایسا مت کرو روزہ بھی رکھو
اور افطار بھی کرو اور قیام بھی کرو اور سو کر آرام بھی کرو اسلئے کہ تمہارے جسد کا

(باقی آئندہ)

یہ منشا ہے اختلاف کا اس قصہ کو مین نے میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب۔ شیخ فیاض علی صاحب مولوی حسین احمد صاحب خورجوی اور دیگر حضرات سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۲) قولہ انھون نے شاہ صاحب کی طرف سے

اقول کیونکہ توکیل فی التصنیف بھی جائز ہے جیسا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ سے فرمایا تھا وھذا یجلیك عنی (**شت**)

(۱۵۳) خانصاحب نے فرمایا کہ رامپور میں ایک اور مجذوب رہتے تھے جو اپنے آپکو رب العالمین کہتے تھے۔ یہ جس مکان میں رہتے تھے اُس میں ایک نہایت عمدہ چارپائی پڑی تھی جسپر ایک نہایت عمدہ بستر لگا رہتا تھا اور یہ مجذوب نہایت شان وشوکت کے ساتھ اس چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے اور چارپائی کے سرہانے ایک چوکی لگی ہوئی تھی جس پر ایک جائے نماز پڑی ہوئی تھی اور چارپائی کے سامنے بورئے بچھے رہتے تھے اور مکان میں ہر چیز نہایت قرینہ سے رکھی رہتی تھی۔ مکان بھی نہایت عمدہ تھا اور اس میں صفائی کا بھی پورا اہتمام تھا حتی کہ مکان مین تنکا تک نہ ہوتا۔ یہ مجذوب لباس بھی نہایت عمدہ اور امیرانہ پہنتے تھے اور نہایت خوش بیان تھے تقریر اسقدر تیز تھی کہ کیا مجال زبان میں لکنت آئے یا کہیں ہچکچکیں مگر وہ تقریر نہایت غیر مربوط اور بے معنی ہوتی تھی اثناء تقریر میں کبھی کبھی فون فون شون شون بھی کرنے لگتے تھے انکے پاس ایک خادم رہتا تھا اور ہروقت مکان بند رہتا تھا جب کوئی آتا تو دروازہ پر تین مرتبہ دستک دیتا اگر دروازہ نہ کھلتا تو واپس ہوجاتا اور اگر ان مجذوب کو بلانا مقصود ہوتا تو خادم آکر دروازہ کھولتا اور وہ شخص دروازہ میں داخل ہوتا خادم دروازہ پر اُس سے جوتے اتروا دیتا اور جوتے ایک طرف کو موقع سے رکھدیتا یہ شخص انکی خدمت میں جاکر سلام کرتا اور عرض ومعروض کرتا ان مجذوب کا قاعدہ تھا کہ وہ اکثر دائیں بائیں اور اوپر منہ کرکے شون شون فون فون کرتے تھے۔ انکی نسبت یہ بھی مشہور تھا کہ ایک مرتبہ انھوں نے خودکشی کرنے کے لئے اپنے پیٹ میں چھرا بھونک لیا جس سے آنتیں باہر آگئیں۔ انکی بہن رونے لگی بہن کو روتے دیکھکر انھون نے آنتیں اندر کرلیں اور زخم اچھا ہوگیا۔ میں اپنے پھوپھا کے ہمراہ انکے یہاں جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میرے پھوپھا اور میں انکے یہاں

۱۵۷

بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں انکو جوش ہوا اور انھوں نے حسب عادت فوں فوں اور شوں شوں شروع کی اور کہا کہ فلاں مرتبہ رب العالمین نے رب العالمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا اور فلاں مرتبہ رب العالمین نے رب العالمین سے ملنا چاہا تو فلاں مانع ہوا اور فلاں مرتبہ فلاں اور فلاں مرتبہ فلاں۔ اور انھوں نے اپنا پیٹ کھولکر دکھایا تو سینہ سے ناف تک ایک لکیر معلوم ہوتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے کبھی پیٹ چاک کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ آج پھر صبح سے رب العالمین کو رب العالمین سے ملنے کا شوق ہو رہا ہے دیکھو کوئی مانع نہ ہو اور یہ کہکر انھوں نے اپنے بستر کے نیچے سے ایک تراہ کا چھرا نکالا اور گردن پر رکھکر چلانا چاہتے تھے کہ میرے پھوپھا نے جلدی سے انکا ہاتھ پکڑ کر انکے ہاتھ سے چھرا لے لیا۔ وہ بہت دیر تک فون فون شوں شوں کرتے رہے جب جوش فرو ہوا تو انھوں نے میرے پھوپھا سے کہا کہ اب مجھے چھرا دیدو۔ اب مجھپر وہ کیفیت طاری نہیں ہے۔ میرے پھوپھا نے چھرا دیدیا اسکے بعد انھوں نے میرے پھوپھا سے فرمایا کہ اسکا تذکرہ نہ کرنا۔ اور مجھ سے بھی کہا کہ میاں لڑکے دیکھو تم بھی کہیں نہ کہدینا

۱۵۸ اس روز سے مجھپر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ میں پھر انکے یہاں نہیں گیا یہ قصہ نواب یوسف علی خان کے زمانہ کا ہے اسکے بعد ہم تو رامپور سے چلے آئے۔ ہمارے چلے آنے کے بعد جب نواب کلب علی خان مسند ریاست پر متمکن ہوئے تو انکے زمانہ میں یہ قصہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ ان مجذوب نے اپنے خادم سے کہا کہ رب العالمین کو رب العالمین سے ملنے کا آج پھر شوق غالب ہوا ہے اور وہ اپنی گردن کاٹنا چاہتا ہے اگر سر تن سے جدا نہ ہو تو تو الگ کر دینا یہ کہکر سجدہ میں گئے اور سجدہ میں جاکر انھوں نے اپنی گردن کاٹ لی سر تو تن سے جدا ہو گیا یہ نہیں معلوم ہوا کہ خود انہی نے جدا کر دیا تھا یا حسب وصیت خادم نے جدا کیا اور ان کا حلقوم زمین پر آٹکا اور وہ اسی طرح سجدہ کی ہیئت پر قائم رہے اور سوائے خون کے نہ پاخانہ نکلا نہ پیشاب نہ اور کسی قسم کی رطوبت۔ اور خادم پاس بیٹھا ہوا برابر مورچھل جھلتا رہا لوگ آتے تھے اور دستک دیکر چلے جاتے تھے۔ بھنگن بھی دو وقت کمانے آتی تھی مگر دستک اور آواز دیکر چلی جاتی تھی اسیطرح تین دن گذر گئے۔ آخر کار بھنگن نے انکے پڑوس میں اسکا تذکرہ کیا کہ میاں تو کہیں جاتے نہ تھے خدا جانے کہاں چلے گئے میں تین دن سے دو وقت کمانے

جاتی ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا پڑوس کی عورتوں کو کچھ شبہ ہوا اور انھوں نے اپنے اپنے کوٹھوں سے یا اور کسی طریق سے اُنکے مکان میں جھانکا دیکھا تو وہ شہید ہیں اور خادم بیٹھا ہوا ہے انھوں نے اپنے مردوں سے ذکر کیا، مردوں نے کوتوالی میں اطلاع کی پولیس آئی۔ دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا واقعہ صحیح تھا۔ اب انکی تجہیز و تکفین ہوئی۔ مگر نماز کے متعلق علما میں اختلاف ہوا۔ مفتی سعد اللہ صاحب اور انکی جماعت کہتی تھی کہ انھوں نے خودکشی کی ہے اسلئے انکی نماز نہ پڑھنی چاہیئے اور مولوی ارشاد حسین صاحب اور رامپور کے قاضی جو بدایون کے رہنے والے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ مغلوب اور غیر مکلف تھے انکی نماز پڑھنی چاہیئے۔ چنانچہ مولوی ارشاد حسین صاحب اور قاضی صاحب کے فتوی پر عمل کیا گیا اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ انکی نماز ہوئی اور انکو دفن کیا گیا ان مجذوب کے انتقال کے بعد اب وہ خادم اپنے کو رب العالمین کہنے لگا۔ مگر علماء کی رائے سے نواب صاحب نے اسکو رامپور سے نکلوا دیا اور اسکے بعد اسکا پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔

۱۵۹ **حاشیہ حکایت** (۱۵۳) ایسے مغلوب ناقص ہوتے ہیں اور اولیاء مستہلکین کہلاتے ہیں گو استہلاک ظاہری نہ ہو (**ش ت**)

(۱۵۴) خانصاحب نے فرمایا کہ جب مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی فضل حق صاحب سے تحریری مناظرہ ہو رہا تھا تو مولوی اسمٰعیل صاحب کا قاعدہ تھا کہ جب آپکے پاس مولوی فضل حق صاحب کی تحریر پہونچتی تو فوراً جواب دیتے اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ آپ تیر رہے ہیں اور تیرنے کی حالت میں آپکے پاس تحریر پہنچی۔ آپ نے تیرتے ہی تیرتے اسکا جواب لکھوا دیا ایکمرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ مومن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیل رہے تھے اور مولوی فضل حق صاحب نے مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس تحریر بھیجی تھی اتفاق سے انکے شطرنج کھیلنے ہی میں آدمی واپس آ گیا، مولوی فضل حق صاحب نے دریافت کیا کہ جواب لائے اُس نے کہا کہ جواب نہیں دیا اور کہا کہ فلاں وقت دونگا چونکہ یہ بات مولوی اسمٰعیل صاحب کے طرز کے خلاف تھی اسلئے مولوی فضل حق صاحب نے سمجھا کہ اب مولوی اسمٰعیل عاجز ہو گئے اور یہ سمجھکر کہا کہ بس دے لیا جواب۔ یہ بات مومن خان کو ناگوار ہوئی انھوں نے کہا کہ وہ بات ہی کیا ہے

جس کا جواب مولوی اسمٰعیل صاحب نہیں دے سکتے اسپر ان میں گفتگو شروع ہوگئی اور مومن خان
مناظرہ میں غالب رہے چونکہ گفتگو میں مزاج مکدر ہوگیا تھا اسلئے مومن خان یہ شعر کہکر چلدیئے ؎
لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دیں (آرزو مولوی فضل حق صاحب کا تخلص ہے) مومن نہ ہوں جو
ربط رکھیں بدعتی سے ہم ، جب مولوی فضل حق صاحب نے دیکھا کہ مومن خان ناراض ہوگئے تو وہ
انکو منانے کے لیئے گئے۔ کچھ گفتگو ہوکر صلح ہوگئی۔ اسوقت مومن خان نے یہ شعر پڑھا ؎

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملینگے کسی سے ہم ✤ پر کیا کریں کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم

یہ قصہ بیان فرماکر فرمایا کہ یہ قصہ میں نے متعدد ثقات سے سُنا ہے مگر نام یاد نہیں رہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۴) **قولہ** مومن خان کا بھی کمال ہے کہ حق پر اتنی
پرانی دوستی قطع کردی اور مولوی صاحب کا بھی کمال کہ باوجود اتنی بڑی شان کے اُن سے صلح
کی ابتدا فرمائی (**ش ت**)

(۱۵۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی سراج احمد صاحب خورجوی فرماتے تھے کہ
مومن خان اور مولوی فضل حق صاحب شطرنج کھیلا کرتے تھے اور مومن خان کھیل میں ۱۶۰
غالب رہتے تھے ایک مرتبہ مرزا غالب نے مولوی فضل حق صاحب سے کہا کہ آپ اسقدر
تیز طبع اور ذہین ہیں پھر کیا بات ہے کہ مومن خان سے مات کھاجاتے ہیں مولوی فضل حق
صاحب نے فرمایا کہ مومن خان بھیڑیا ہے اسے اپنی قوت کی خبر نہیں ہے وہ عشق عاشقی
کے قصوں میں پھنس گیا۔ اگر علمی مشغلہ میں پڑتا اسوقت اسکے ذہن کی حقیقت معلوم ہوتی
فی الحقیقت نہایت ذہین آدمی ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۵۵) کیسے منصف مزاج حضرات تھے آج مشائخ
میں وہ تواضع وصدق نہیں جو اُسوقت کے دنیا دار کہلانے والوں میں تھا (**ش ت**)

(۱۵۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ مولوی عبداللہ خان
کاندہلوی کا اور مولوی فضل حق صاحب کا سہارنپور میں امکان نظیر کے مسئلہ میں
مناظرہ ہوا اور مولوی فضل حق صاحب کو بھرے مجمع میں الزام ہوگیا۔

(باقی آئندہ)

رُوح سوم قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا

نمبرا۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب میں اچھا وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلاوے (بخاری) نمبر۲۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جاکر کلام اللہ شریف کی دو آیتیں کیوں نہ سیکھ لے یہ اسکے لئے دو اونٹنیوں (کے ملنے) سے زیادہ بہتر ہے اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے زیادہ بہتر ہیں اور انکی گنتی کے جتنے اونٹ ہوں ان سب سے وہ آیتیں بہتر ہیں (مسلم) ف جسکی وجہ ظاہر ہے کہ اونٹ تو دنیا ہی میں کام آتے ہیں۔ اور آیتیں دونوں جہان میں کام آتی ہیں اور اونٹ کا نام مثال کے طور پر لیا گیا کیونکہ عرب اونٹوں کو بہت چاہتے تھے ورنہ ایک آیت کے مقابلہ میں بھی ساری دنیا کی کوئی حقیقت نہیں (مرقاۃ) اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے پورا قرآن بھی نہ پڑھا ہو تھوڑا ہی پڑھا ہو اسکو بھی بڑی نعمت حاصل ہو گئی۔ نمبر۳۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکا قرآن خوب صاف ہو وہ (درجہ میں) ان فرشتوں کے ساتھ ہو گا جو بندوں کے اعمال نامے لکھنے والے اور عزت والے اور پاکی والے ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور اسمیں اٹکتا ہو اور وہ اسکو مشکل لگتا ہو اسکو دو ثواب ملینگے (بخاری و مسلم) ف دو ثواب اس طرح سے کہ ایک ثواب پڑھنے کا اور ایک ثواب اس محنت کا کہ اچھی طرح چلتا نہیں مگر تکلیف اٹھا کر پڑھتا ہے اس حدیث میں کتنی بڑی تسلی ہے اس شخص کے لئے جس کو قرآن اچھی طرح یاد نہیں ہوتا کہ وہ تنگ ہو کر اور نا امید ہو کر یہ سمجھکر چھوڑ نہ دے کہ جب یاد ہی نہیں ہوتا تو پڑھنے ہی سے کیا فائدہ۔ آپنے خوشخبری دیدی کہ ایسے شخص کو دو ثواب ملیں گے نمبر۴ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکے سینہ میں کچھ بھی قرآن نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے اجاڑ گھر (ترمذی و دارمی) ف اسمیں تاکید ہے کہ کوئی مسلمان قرآن سے خالی نہ ہونا چاہئے نمبر۵ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے کلام اللہ ایک حرف پڑھا اسکو ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی دس نیکی کی برابر ہوتی ہے (تو اس حساب سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں) اور میں یوں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ اس میں الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (ترمذی و دارمی)

ف یہ ایک مثال ہے اسیطرح جب پڑھنے والے نے الحمد کہا تو اس میں پانچ حرف ہیں تو اسپر

۱۲

پچاس نیکیاں ملینگی۔ اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے۔ پس ایسے شخص کی حالت پر افسوس ہے کہ ذراسی کم ہمتی کرکے اتنی بڑی دولت حاصل نہ کرے نمبر ۶ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے قرآن پڑھا اور اسکے حکموں پر عمل کیا اسکے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جاوے گا جسکی روشنی آفتاب کی اس روشنی سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگی جو دُنیا کے گھروں میں اُس حالت میں ہو کہ آفتاب تم لوگوں میں آجاوے (یعنی اگر آفتاب تمہارے پاس آجاوے تو اسوقت گھروں میں جتنی روشنی ہوجاوے اُس روشنی سے بھی زیادہ روشنی اس تاج کی ہوگی) سو اس شخص کی نسبت تمہارا کیا خیال ہوگا جس نے خود یہ کام کیا ہے (یعنی قرآن پڑھا ہے اور اسپر عمل کیا ہے اسکا کیا کچھ مرتبہ ہوگا) (احمد و ابوداؤد) **ف** اس حدیث میں اولاد کے قرآن پڑھنے کی کتنی بڑی فضیلت ہے سو سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اولاد کو ضرور قرآن پڑھائیں لڑکوں کو بھی لڑکیوں کو بھی اگر کاروبار میں پورا پڑھانے کی فرصت نہ ہو تو جتنا پڑھا سکو جیسا حدیث ۲ میں معلوم ہوا اور اگر حفظ نہ کرا سکو تو ناظرہ ہی پڑھاؤ اور اگر حفظ کرانے کی توفیق ہو تو سبحان اللہ اسکی اور بھی فضیلت ہے جیسا ابھی اگلی حدیث لکھتا ہوں نمبر ۷۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن پڑھے اور اسکو حفظ کرے اور اسکے حلال کو حلال جانے اور اسکے حرام کو حرام جانے (یعنی عقیدہ اسکے خلاف نہ رکھے جیسے اوپر والی حدیث پر عمل کرنے کو فرمایا تھا اسمیں اسپر عقیدہ رکھنے کو فرمایا) تو اللہ تعالےٰ اس شخص کو جنت میں داخل کریگا اور اسکی سفارش (بخشش کیلئے) اُس کے گھر والوں میں ایسے دس شخصوں کے حق میں قبول فرماویگا کہ ان سب کے لئے دوزخ لازم ہوچکی تھی (احمد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی)

ف اس حدیث میں حفظ کرنے کی فضیلت پہلے سے بھی زیادہ ہے اور ظاہر ہے کہ گھر والوں میں سب سے زیادہ قریب کے علاقہ والے ماں باپ ہیں تو یہ سفارش بخشش کی ماں باپ کیلئے یقینی ہے تو اس سے اپنی اولاد کو حافظ بنانے کی فضیلت کس درجہ کی ثابت ہے نمبر ۸۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دلوں کو بھی (کبھی) زنگ لگتا ہے جیسا لوہے کو زنگ لگجاتا ہے جب اسکو پانی پہنچ جاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور وہ کون چیز ہے جس سے دلوں کی صفائی ہوجاوے آپنے فرمایا موت کا زیادہ دھیان رکھنا اور قرآن مجید کا پڑھنا (بیہقی شعب الایمان میں) نمبر ۹۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم میں

دیہاتی لوگ بھی تھے اور ایسے بھی تھے جو عرب نہ تھے (مطلب یہ کہ ایسے لوگ بھی تھے جو بہت اچھا قرآن نہ پڑھ سکتے تھے کیونکہ دیہاتیوں کی تعلیم کم ہوتی ہے اور جو عرب نہیں انکی زبان عربی پڑھنے میں زیادہ صاف نہیں ہوتی) آپ نے فرمایا پڑھتے رہو سب خاصے ہیں (ابو داؤد و بیہقی) (یعنی اگر بہت اچھا نہ پڑھ سکو تو دل تھوڑا نہ کرو اور اچھا پڑھنے والے انکو حقیر نہ سمجھیں اللہ تعالےٰ دل کو دیکھتا ہے) ف اس سے معلوم ہوا کہ یہ خیال نہ کرے کہ ہماری زبان صاف نہیں یا ہماری عمر زیادہ ہوگئی اب اچھا نہ پڑھا جاوے گا تو ہم کو ثواب کیا ملیگا یا شاید گناہ ہو دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبکی کیسی تسلی فرمادی اور سب کو پڑھنے کا حکم دیا (یہ سب حدیثیں مشکوۃ میں ہیں) نمبر ۱۰ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن کی ایک آیت سننے کیلئے بھی کان لگاوے اسکے لئے ایسی نیکی لکھی جاتی ہے جو بڑھتی چلی جاتی ہے (اس بڑھنے کی کوئی حد نہیں بتلائی خدا تعالےٰ سے امید ہے کہ بڑھنے کی کوئی حد نہ ہوگی بے انتہا بڑھتی چلی جاوے گی) اور جو شخص اس آیت کو پڑھے وہ آیت اس شخص کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا (جو اس نیکی کے بڑھنے سے بھی زیادہ ہے) (احمد) ف اللہ اکبر قرآن مجید کیسی بڑی چیز ہے کہ جبتک قرآن پڑھنا نہ آوے کسی پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سن ہی لیا کرے وہ بھی ثواب والا مال ہو جاویگا خدا کے بندو یہ تو کچھ بھی مشکل نہیں نمبر ۱۱۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کیلئے سفارشی بنکر آویگا (اور انکو بخشواویگا) (مسلم) نمبر ۱۲۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا پڑھنے والا قیامت کے روز آویگا قرآن یوں کہیگا کہ اے پروردگار اسکو جوڑا پہنا دیجئے پس اسکو عزت کا تاج پہنایا جاویگا پھر کہیگا اے پروردگار اور زیادہ پہنا دیجئے پس اسکو عزت کا جوڑا پہنایا جاویگا پھر کہیگا اے پروردگار اس سے خوش ہو جایئے پس اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جاویگا پھر اس سے کہا جاویگا کہ قرآن پڑھتا جا اور (درجوں پر) چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے ایک ایک نیکی بڑھتی جاویگی (ترمذی و ابن خزیمہ و حاکم) ف اس پڑھنے اور چڑھنے کی تفصیل ایک اور حدیث میں آئی ہے کہ جس طرح سنبھال کر دنیا میں پڑھتا تھا اسطرح پڑھتا ہوا اور چڑھتا ہوا چلا جا جو آیت پڑھنے میں آخیر ہوگی وہاں ہی تیرے رہنے کا گھر ہے (ترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن حبان) (یہ حدیثیں ترغیب سے لیگئی ہیں) ف مسلمانو ان حدیثوں میں غور کرو اور قرآن مجید حاصل کرنے میں اولاد کو پڑھانے میں کوشش

15

کرو۔ اگر پورا قرآن پڑھنے یا پڑھانے کی فرصت نہ ہو جتنا ہو سکے اسکی ہمت کرو اگر اچھی طرح یاد نہ ہوتا ہو یا صاف اور صحیح نہ ہوتا ہو گھبراؤ مت اُس میں لگے رہو اسطرح سے پڑھنے میں بھی ثواب ملتا ہے اگر حفظ نہ کر سکو ناظرہ ہی پڑھو پڑھاؤ اُسکی بھی بڑی فضیلت ہے اگر پورا قرآن حاصل کرنے کی فرصت نہیں یا ہمت نہیں کسی پورا قرآن پڑھنے والیکے پاس بیٹھکر سن ہی لیا کرو ان سب باتوں کا ثواب اوپر حدیثوں میں پڑھ چکے ہو اور موٹی بات ہے کہ جو کام ضروری ہوتا ہے اور ثواب کا ہوتا ہے اسکا سامان کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اور اس میں بھی ثواب ملتا ہے پس اس قاعدہ سے قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا سامان کرنا بھی ضروری ہوگا اور اس میں ثواب بھی ملے گا اور سامان اُسکا یہی ہے کہ ہر ہر جگہ کے مسلمان ملکر قرآن کے مکتب قائم کریں اور بچوں کو قرآن پڑھوائیں اور بڑی عمر کے آدمی بھی اپنے کاموں میں سے تھوڑا وقت نکالکر تھوڑا تھوڑا قرآن سیکھا کریں اور جو پڑھانے والا مفت نہ ملے سب ملکر اُسکو گذارہ کے موافق کچھ تنخواہ دیا کریں اسیطرح جو بچے اپنے گھر سے غریب ہوں اور اسلئے زیادہ قرآن نہ پڑھ سکیں انکے کھانے کپڑے کا بندوبست کر دیا کریں کہ وہ اطمینان سے قرآن مجید ختم کر سکیں اور جو لڑکے جتنا قرآن پڑھتے جائیں۔ اپنے گھر جا کر عورتوں اور لڑکیوں کو بھی پڑھا دیا کریں اس طرح سے گھر کے سب مرد اور عورت قرآن پڑھ لینگے اگر کوئی سیپارہ میں نہ پڑھ سکے وہ زبانی ہی کچھ سورتیں یاد کر لے اور قرآن کے کچھ اور حقوق بھی ہیں ایک یہ کہ جو شخص جتنا پڑھ لے خواہ پورا خواہ تھوڑا وہ اسکو ہمیشہ پڑھتا رہا کرے تاکہ یاد رہے اگر یاد نہ رکھا تو پڑھا بے پڑھا سب یکساں ہو گیا دوسرا یہ کہ اگر کسیکو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا بھی شوق ہو تو بطور خود ترجمہ نہ دیکھے کہ اسمیں غلط سمجھ جانے کا قوی اندیشہ ہے کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لے اور تیسرا یہ کہ قرآن مجید کا بہت ادب کرنا چاہیئے اسکی طرف پاؤں نہ کرو۔ اُدھر پیٹھ نہ کرو اس سے اونچی جگہ پر مت بیٹھو اسکو زمین یا فرش پر مت رکھو بلکہ رحل یا تکیہ پر رکھو چوتھا یہ کہ اگر وہ پھٹ جائے کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑے دفن کر دو۔ پانچواں یہ کہ جب قرآن پڑھا کرو یہ دہیان رکھا کرو کہ ہم اللہ تعالےٰ سے باتیں کر رہے ہیں پھر دیکھنا دل پر کیسی روشنی ہوتی ہے۔

ملہ یعنی اس سے اجازت لیکر ۱۲

(باقی آئندہ)

چاروں طرف نظر ڈالی۔ ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا۔ سواری سے اُتر کر زمین جھاڑی پھر اپنی چادر بچھادی اور عرض کیا کہ "یارسول اللہ آپ اسپر آرام فرمائیے اور میں کچھ کھانے پینے کا انتظام کروں" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تو آپ تلاش میں نکلے کہ کہیں کچھ کھانے کو ملجائے تو لائیں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی اتفاقاً پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چراتا ہوا نظر آیا اس سے کہا ایک بکری کا تھن گرد وغبار سے صاف کر دے پھر اسکے ہاتھ صاف کرائے اور ایک برتن میں جو ہمراہ تھا دودھ دوہایا۔ برتن کے مُنہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے۔ دودھ لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ خواب استراحت سے بیدار ہو چکے تھے صدیق اکبرؓ نے تھوڑا سا پانی دودھ میں ملاکر پیش کیا آپ نے خوب سیر ہو کر پیا اور فرمایا کہ کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا؟" آفتاب اب ڈھل چکا تھا اسلئے دونوں حضرات وہاں سے روانہ ہوئے۔

قریش چونکہ اشتہار دے چکے تھے کہ جو شخص محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لائے یا قتل کر دے اسکو ایک جونہا کے برابر یعنی سو اونٹ انعام دیا جائے گا اور اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے یا قتل کر دے تو اسکو بھی اسیقدر انعام دیا جائے گا اسی وجہ سے سراقہؓ بن مالک بن جعشم مدلجی انعام کی اُمید میں ہوا سے باتیں کرنے والے عربی گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ عین اس حالت میں کہ آپ روانہ ہو رہے تھے، اس نے آپ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سراقہ بن مالک قریب ہی آگیا تو گھبرا کر عرض کیا کہ "یارسول اللہ اب ہم پکڑے گئے"، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہوئی اور نہایت استقلال سے اپنے رفیق صادق کو وہی جواب دیا جو غار میں دے چکے تھے کہ کچھ غم نہ کرو خدائے تعالے ہمارے ساتھ ہے۔

جب سراقہ آپ کے قریب آیا تو اسکے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟ جواب "نہیں" نکلا لیکن سو اونٹوں کا گرانبہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات پر عمل کیا جاتا دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر آپکے

۱؎ سراقہ بعد میں اسلام لائے اور جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے زیورات لوٹ میں آئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہی کو وہ زیورات عطا کر کے عالم کی نیرنگی کا تماشا دکھایا ۱۲ منہ

پیچھے چلا یہانتک کہ آپکی تلاوت قرآن کی آواز سنی۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر اسکو دیکھتے تھے مگر سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف التفات ہی نہ کیا۔ جب زیادہ قریب آگیا تو آپ نے یہ دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاشَیَّہٗ بِمَاشِئْتَ ✤ یا اللہ جس طرح آپ چاہیں ہم کو اسکے شر سے محفوظ رکھے۔

دعا کا مانگنا ہی تھا کہ گھوڑے کے چاروں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ اور سراقہ دوبارہ زمین پر گر پڑا۔ اُٹھ کر پھر فال دیکھی اب بھی وہی جواب تھا لیکن مکرر تجربہ سے اسکی ہمت پست ہوگئی اور اسکو یقین ہوگیا کہ یہ آثار ہی کچھ اور ہیں مجبور ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ کا خواستگار ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ تم دونوں صاحبوں کی بددعا سے میرے گھوڑے کا یہ حال ہوا آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ میرے گھوڑے کو اس بلائے بے درمان سے نجات عطا فرمائیں میں عہد کرتا ہوں کہ مجھے آپ سے کوئی غرض نہیں اور واپسی میں جس کسیکو راہ میں آپ کی تلاش کے لئے آتا ہوا دیکھونگا اسکو واپس کردونگا۔ سرور کائنات مفخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم نے درگاہ ایزدی میں یہ دعا کی۔ ۵۰

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ صَادِقًا فَاَطْلِقْ فَرَسَہٗ ✤ خدایا اگر یہ سچا ہے تو اسکے گھوڑے کو نجات دیدیجئے۔

اس دعا کی برکت سے گھوڑا وہاں سے نکل آیا جب گھوڑے کے پاؤں زمین سے نکلے تو پاؤں کی جگہ ایک دھواں اُٹھتا ہوا نظر آیا جسکو دیکھکر سراقہ ششدر رہ گیا اور سمجھ گیا کہ خدائے قدوس آپ کو غلبہ عنایت فرمائینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر نہایت عاجزی سے توشہ اور موجودہ سامان پیش کرنے لگا اور آپ نے اسکو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ بس اتنا کافی ہے کہ ہمارا حال کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے اور کسی پیچھے آنے والے دشمن کو اسکی اطلاع نہ ہو کہ ہم کہاں اور کس راستہ کو جا رہے ہیں۔ غرض بمزید احتیاط سراقہ چمڑے کے ایک ٹکڑہ پر عامر بن فہیرہ کا لکھا ہوا فرمان امن لیکر واپس ہوا اور راستہ میں جس کسیکو آپ کی جستجو میں آتا ہوا پاتا اسکو اپنے ساتھ یہ کہکر واپس لیجاتا کہ تمہارے جانے کی حاجت نہیں میں دیکھ آیا ہوں۔

اس واقعہ کے بعد آپ بلاخوف وخطر برابر مدینہ منورہ کا راستہ[۵] طے کرتے رہے۔

حسن اتفاق سے راہ مین حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ شام سے تجارت کا سامان لیکر آرہے تھے۔ انھون نے دو جوڑے سفید کپڑون کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ کے متصل پہنچے تو بریدہ بن الحصیب اسلمی مع چند ستر سوارون کے آپ کو ملے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انھون نے کہا بریدہ بن الحصیب، یہ سُنکر آپ نے بطور تفاول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا بَرَدَ اَمْرُنَا وَصَلُحَ یعنی ہمارے امر میں خنکی اور صلاحیت حاصل ہوئی اسکے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بریدہ سے دریافت کیا کہ کس قبیلے سے ہو؟ کہا اسلم سے یہ سُنکر آپ نے فرمایا سَلِمْنَا یعنی ہم سلامت رہے۔ پھر فرمایا قبیلے اسلم میں سے کس خاندان کے ہو؟ اونھون نے کہا "بنی سہم کے" آپ نے فرمایا خَرَجَ سَہْمُكَ یعنی اسلام سے تجھ کو حصہ حاصل ہوا۔ بریدہ نے آگے بڑھکر دریافت کیا کہ آپ کا اسم مبارک کیا ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ بریدہ نے آپ کی زبان شیرین مقال سے یہ کلمہ سُنتے ہی فوراً کلمہ پڑھا اور باآواز بلند پکار کر کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔

51

بریدہ اسلمی ستر آدمیون کو ہمراہ لیکر آئے تھے تو اس ارادہ سے کہ محسن عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ داخل ہونے سے پہلے ہی گرفتار کر کے مکہ پہونچا دین لیکن جمال جہان آرا دیکھکر اور کلام معجز نظام سُنکر مسخر ہو گئے[۲] اور بقول شخصے "ع شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے" معہ سب ہمراہیوں کے ایمان سے مشرف ہوئے۔ پھر انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپکے مدینہ داخل ہوتے کے وقت آپکے ساتھ نشان ہو اور اپنی دستار کو ایک لکڑی میں لپیٹ کر نشان بنایا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو نشان بردار کیا کہ آپ کی

---

[۵] ابن سعد نے طبقات میں اس مقدس سفر کی تمام منزلیں تحریر فرمائی ہیں اگرچہ عرب کے نقشوں میں آج ان کا نشان نہیں ملتا، تاہم عشاق صرف نام سے لذت یاب ہو سکتے ہیں وہ منازل یہ ہیں خرار۔ ثنیّۃ المرۃ، لقف، مدلجہ، مرجح، حداید، اذاخر، رابغ (یہ مقام آج بھی حجاج کے راستہ میں پڑتا ہے، یہاں آپ نے مغرب کی نماز پڑہی)، ذا سلم، عثانیہ، فاختہ، عرج، جدوات، رکوبہ، عقیق، جثجاثہ ۱۲ منہ

جلو میں نشان لے کر چلیں سبحان اللہ کیا قدرت ایزدی ہے کہ کس سرکشی سے آئے اور کیسے مطیع و تابعدار ہو کر چلے۔

تشریف آوری کی خبر اہل مدینہ کو پہونچ چکی تھی تمام شہر سرتاپا چشم انتظار بنا ہوا تھا ننھے ننھے بچے خوشی و جوش میں کہتے پھرتے تھے کہ "رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) آرہے ہیں" لوگ ہر روز صبح کو بغرض استقبال شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے بحسرت و یاس واپس چلے جاتے ایک دن حسب عادت انتظار کر کے لوٹ چلے تھے کہ اچانک ایک یہودی نے ٹیلہ پر آپکی سواری آتی ہوئی دیکھی اور بآواز بلند ان پھرنے والوں کو پکارا۔

یَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمْ + اے گروہ عرب! یہ تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آپہنچا۔

یہ سُنکر وہ لوگ فوراً واپس آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہولئے۔

مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلہ پر جنوب کی جانب جو بالائی آبادی ہے اسکو عالیہ اور قبا کہتے ہیں یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے سب میں سے عمر بن عوف کا خاندان زیادہ ممتاز تھا اور کلثوم بن ہدم خاندان کے افسر تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہاں پہونچے تو تمام خاندان نے جوش مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ مارا یہ فخر مالک قضا و قدر نے ان ہی کی قسمت میں رکھا تھا کہ میزبان دو عالم کی مہمانی کا شرف ان کو حاصل ہوا۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو معہ اپنے رفقائے کلثوم بن ہدم کے مکان پر رونق افزا ہوئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خبیب بن اساف کے پاس قیام کیا۔ انصار ہر طرف سے جوق جوق آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔

اکثر اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ میں آچکے تھے وہ بھی کلثوم بن ہدم کے گھر میں اُترے تھے چنانچہ حضرت ابو عبیدہ، مقداد، خباب، سہیل، صفوان، عیاض، عبد اللہ بن مخرمہ، وہب بن سعد، معمر بن ابی سرح، عمیر بن عوف ابتک ان ہی کے مہمان تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے کے بعد تین دن مکہ میں قیام فرمایا اور تین دن کے بعد اپنے متعلق کار خدمت انجام دیکر پیادہ پا مکہ سے چل پڑے۔

۵۲

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

شایقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولوی شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور با محاورہ ترجمہ کیا ہے قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور الجھن ہے وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ اُردو زبان روز بروز درشستہ ہوتی جاتی ہے اسلئے اس پرانے ترجمہ نے اہم تاریخی واقعات و اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کر دیا تھا اور شایقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور با محاورہ ترجمہ کے منتظر رہتے تھے الحمد للہ کہ اس انتظار کی مدت اب ختم ہو گئی اور **فیوض الاسلام** ترجمہ جدید **فتوح الشام** نہایت آب و تاب سے شائع ہو کر نور افزائے دیدہ و دل مشتاقان ہوا۔ اس ترجمہ سے آپ کو غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولو العزمی و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم ہونگے اور مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے مخلصانہ جوش پیدا کر کے اسلام کی سرفروشانہ خدمات کیلئے آپ کو مستعد کر دینگے۔ یہ ترجمہ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب بتا کر ان تمام ملمع کاریوں کی حقیقت بھی واضح کر یگا جن سے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دُور ہوتے جاتے ہیں اور باوجود ہزار شور و فریاد مخالفین کے نزدیک ان کا اقتدار کم ہوتا جاتا ہے پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان شوکت ملی فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا و صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے حالات معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہا کر غیور و اولو العزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ

ضخامت ۲۰۰ صفحات۔ قیمت اصلی تین روپے چار آنے۔ رعایتی دو روپے چار آنے (عہ)

محصولڈاک گیارہ آنے (۱۱)

یہ رعایت ۱۵ شوال تک رہے گی

المشتہر:۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دھلی

ضروری عرض:۔ ۱۵ شوال کے بعد پھر یہ رعایت نہیں دیجاویگی کیونکہ جس مقدار میں اسکی نکاسی کرنی تھی وہ پوری ہو چکی ہے اور ۱۵ شوال سے پیشتر ہی ختم ہوجانے کا اندیشہ ہے